سیرت

خلفائے احمدیت

مرتبہ

حافظ طیب احمد طاہر

استاد مدرسۃ الظفر

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ:

تعارف
تعلق باللہ
قبولیت دعا
عشق رسول
عشق قرآن
احباب جماعت سے تعلق
ہمدردیٔ خلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

تعارف
تعلق باللہ
قبولیت دعا
عشق رسول
عشق قرآن
احباب جماعت سے تعلق
ہمدردیٔ خلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ:

تعارف
تعلق باللہ
قبولیت دعا
عشق رسول
عشق قرآن
احباب جماعت سے تعلق
ہمدردیٔ خلق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ:

تعارف
تعلق باللہ
قبولیت دعا
عشق رسول
عشق قرآن
احباب جماعت سے تعلق
ہمدردیٔ خلق

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:

احباب جماعت سے تعلق

آیت:

صِبۡغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ۫ وَّ نَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ۔

(سورة البقرة: 139)

'' اللہ کا رنگ پکڑو۔ اور رنگ میں اللہ سے بہتر اَور کون ہوسکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔''

حدیث:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَیُّ جُلَسَآئِنَا خَیْرٌ ؟ قَالَ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللہُ رُؤْیَتُہُ وَ زَادَ فِیْ عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہُ۔ وَ ذَکَّرَکُمْ بِالْاٰخِرَۃِ عَمَلُہٗ۔

(الترغیب والترھیب۔الترغیب فی المجالسۃ العلماء صفحہ 86/1)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کس کے پاس بیٹھنا بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کے پاس جس کو دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے اور جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے۔

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حاجی الحرمین حضرت حافظ مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ 1841ء میں بھیرہ میں پیدا ہوئے جو پنجاب کا ایک قدیم اور موجودہ پاکستان میں ضلع سرگودھا میں واقع ایک شہر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والدصاحب کا نام حافظ غلام رسول تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مارچ 1885ء میں قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی اور 23 مارچ 1889ء میں لدھیانہ کے مقام پر سب سے پہلی بیعت میں سب سے پہلے بیعت کی۔ 27 مئی 1908ء کو 67 سال کی عمر میں جماعت احمدیہ کے پہلے امام اور خلیفۃ المسیح الاوّل منتخب ہوئے۔ 13 مارچ بروز جمعہ 1914ء کو مالک حقیقی سے جاملے اور 14 مارچ کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

تعلق باللہ:

’’ایک دفعہ میں اچھے استاد کی تلاش میں وطن سے دور چلا گیا۔ تین دن کا بھوکا تھا مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔ میں مغرب کے وقت ایک مسجد میں چلا گیا مگر وہاں کسی نے مجھے نہیں پوچھا اور نماز پڑھ کر سب چلے گئے۔ جب میں اکیلا تھا تو مجھے باہر سے آواز آئی۔ نور الدین! نور الدین! یہ کھانا آکر جلد پکڑ لو۔ میں گیا تو ایک مجمع میں بڑا پرتکلف کھانا تھا۔ میں نے پکڑ لیا۔ میں نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا کیونکہ مجھے علم تھا کہ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے خوب کھایا اور پھر برتن مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ کھونٹی پر لٹکا دیا۔ جب میں آٹھ دس دن کے بعد واپس آیا تو وہ برتن وہیں آویزاں تھا۔ جس سے مجھے یقین ہوگیا کہ کھانا گاؤں کے کسی آدمی نے نہیں بھجوایا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ہی بھجوایا تھا۔‘‘

(حیات نور صفحہ 25, 24)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں نے نہایت عمدہ صوف لے کر دو صدریاں بنوائیں اور انہیں الگنی پر رکھ دیا مگر ایک کسی نے چرا لی۔ میں نے اس کے چوری ہو جانے پر خدا کے فضل سے اپنے دل میں کوئی تکلیف محسوس نہ کی بلکہ میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بنا دینا چاہتا ہے۔ تب میں شرح صدر سے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور صبر کے شکریہ میں دوسری کسی حاجت مند کو دے دی۔ چند روز ہی اس واقعہ پر گزرے تھے کہ شہر کے ایک امیر زادہ کو سوزاک ہوا اور اس نے ایک شخص سے جو میرا بھی آشنا تھا کہا کہ کوئی

ایسا شخص لاؤ جو طبیب مشہور نہ ہو اور کوئی ایسی دوا بتا دے جس کو میں خود بنا لوں۔ وہ میرے پاس آیا اور مجھے اس کے پاس لے گیا۔ میں نے سن کر کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں صدری ہے۔ میں جب وہاں پہنچا تو وہ اپنے باغ میں بیٹھا تھا۔ میں اس کے پاس کرسی پر جا بیٹھا۔ تو اس نے اپنی حالت کو بیان کرکے کہا کہ ایسا نسخہ تجویز کر دیں جو میں خود ہی بنا لوں۔ میں نے کہا: ہاں ہوسکتا ہے جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں کیلا کے درخت تھے۔ میں نے اس کو کہا کہ کیلا کا پانی 5 تولہ لے کر اس میں ایک ماشہ شورہ قلمی ملا کر پی لو۔ اس نے جھٹ اس کی تعمیل کر لی کیونکہ شورہ بھی موجود تھا۔اپنے ہاتھ سے دوائی بنا کر پی لی۔ میں چلا گیا۔ دوسرے دن پھر میں گیا تو اس نے کہا مجھے تو ایک ہی مرتبہ پینے سے آرام ہو گیا ہے اب حاجت ہی نہی رہی۔ میں تو جانتا تھا کہ یہ موقع محض اللہ تعالیٰ کے فضل نے پیدا کر دیا ہے اور آپ ہی میری توجہ اس علاج کی طرف پھیر دی۔ میں تو پھر چلا آیا مگر اس نے میرے دوست کو بلا کر زربفت کمخواب وغیرہ کے قیمتی لباس اور بہت سے روپے میرے پاس بھیجے۔ جب وہ میرے پاس لایا تو میں نے اس کو کہا کہ یہ وہی صدری ہے۔ وہ حیران تھا کہ صدری کا کیا معاملہ ہے۔ آخر سارا قصہ اس کو بتایا اور اس کو میں نے کہا زربفت وغیرہ تو ہم پہنتے نہیں۔ اس کو بازار میں بیچ لاؤ۔ چنانچہ وہ بہت قیمت پر بیچ لایا۔ اب میرے پاس اتنا روپیہ ہو گیا کہ حج فرض ہو گیا اس لئے میں نے اس کو کہا کہ اب حج کو جاتے ہیں کیونکہ حج فرض ہو گیا ہے۔غرض اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ ہاں اس میں دنیا کی ملونی نہیں چاہئے بلکہ خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ اللہ کی رضا مقصود ہو اور اس کی مخلوق پر شفقت ملحوظ ہو‘‘۔

(حیات نور صفحہ 46-47 از شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل)

قبولیت دعا:

مکہ میں دعا کے بارہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’جب ہم حج پہ گئے تو ہم نے ایک روایت سنی ہوئی تھی کہ مکہ میں جو شخص دعائیں مانگے اس کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے یہ روایت تو چنداں قوی نہیں۔ تا ہم جب ہم دعا مانگنے لگے تو ہم نے یہ مانگا یا الٰہی میں جب مضطر ہو کر کوئی دعا تجھ سے مانگوں تو اس کو قبول کر لینا۔‘‘

(حیات نور از شیخ عبدالقادر سابق سوداگر مل صفحہ 520)

’’محترم حضرت چوہدری غلام محمد صاحب بی اے کی روایت ہے کہ چودھری حاکم دین صاحب کی بیوی کو پہلے بچے کے وقت سخت تکلیف تھی۔ آپ رات گیارہ بجے حضرت امام جماعت اول کے گھر گئے چوکیدار سے پوچھا کہ کیا میں حضرت صاحب کو اس وقت مل سکتا ہوں اس نے نفی میں جواب دیا لیکن اندرون خانہ حضرت صاحب نے آواز سن لی اور پوچھا کون ہے چوکیدار نے عرض کی کہ چودھری حاکم دین ملازم بورڈنگ ہیں فرمایا آنے دو۔ آپ اندر چلے گئے اور زچگی کی تکلیف کا ذکر کیا آپ اندر جا کر ایک کھجور لے آئے اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور چودھری صاحب کو دے کر فرمایا یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ ہوجائے تو مجھے بھی اطلاع دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔تھوڑی دیر بعد بچی پیدا ہوگئی۔ چودھری صاحب نے سمجھا کہ اب دوبارہ حضرت صاحب کو جگانا مناسب نہیں اس لئے سو رہے۔ صبح کی ندا کے وقت وہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولوی صاحب اس وقت وضو کررہے تھے۔ چودھری صاحب نے عرض کیا۔ کھجور کھلانے

کے بعد بچی پیدا ہوگئی تھی آپ نے فرمایا کہ بچی پیدا ہونے کے بعد تم میاں بیوی آرام سے سو رہے اگر مجھے بھی اطلاع دے دیتے تو میں بھی آرام سے سو رہتا۔ میں تمام رات تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا۔''

(حیات نور از شیخ عبدالقادر سابق سوداگر مل صفحہ 642)

چوہدری غلام محمد صاحب بی۔اے کا بیان ہے کہ:

''1909ء کے موسم برسات میں ایک دفعہ لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی جس سے قادیان کے بہت سے مکانات گر گئے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے قادیان سے باہر نئی کوٹھی تعمیر کی تھی وہ بھی گر گئی۔ آٹھویں یانویں دن حضرت امام جماعت الاول نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔ دعا کے وقت بارش بہت زور سے ہو رہی تھی۔ اس کے بعد بارش بند ہوگئی اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔''

(حیات نور از شیخ عبدالقادر سوداگر مل صفحہ 440-441)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مجھے رؤیا ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنی کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح چھوٹے بچوں کو مشک بناتے ہوئے اٹھاتے ہیں پھر میرے کان میں کہا: تو ہم کو محبوب ہے۔''

(حیات نور از شیخ عبدالقادر سوداگر مل صفحہ 519-520)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ ...... کامل انسان اللہ تعالیٰ کا سچا پرستار بندہ تھا اور ہماری اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ ان کے سوا الٰہی رضا ہم معلوم نہیں کر سکتے اور اسی لئے فرمایا: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ جس طرح پر اس نے اپنے غیب اور اپنی رضا کی راہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ظاہر کی ہیں اسی طرح پر اب بھی اس کی غلامی میں وہ ان تمام امور کو ظاہر فرماتا ہے۔ اگر کوئی انسان اس وقت ہمارے درمیان آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، داوٗد، محمد، احمد ہے تو محمد ﷺ ہی کے ذریعہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی چادر کے نیچے ہو کر ہے۔ کوئی راہ اگر اس وقت کھلتی ہے اور کھلی ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو کر ورنہ یقیناً یقیناً سب راہیں بند ہیں۔ کوئی شخص براہِ راست اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل نہیں کرسکتا۔''

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 463)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ راست باز آدمی کو سچائی میں کس قدر طاقت دی جاتی ہے اور کہ راستی میں کتنی قوت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس آیت سے ہوسکتا ہے۔ دیکھو محمد رسول اللہ ﷺ کو ارشاد ہے کہ اعلان کر دو میں نے خدا کی فرمانبرداری کرکے یہ مقام حاصل کیا اب تم میرے پیچھے پیچھے چلو تم بھی خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ ہر شخص کی زندگی کا آرام اس بستی کے مقتدر کی مہربانی سے وابستہ ہوتا ہے۔ پھر اس گاؤں کے نمبردار سے اوپر چلیں تو اس ضلع کے حاکم سے۔ پس اللہ جو ربّ، رحمٰن، رحیم اور مالک ہے اس کے ساتھ تعلق کس قدر سکھوں کا موجب ہوسکتا ہے۔ یہاں تعلق کا وعدہ نہیں بلکہ فرمایا خدا اپنا محبوب ہمیں بنا لے گا۔ خدا پرست دیکھ کر اسے

تجربہ کرلے۔ کیا مجرب نسخہ ہے! میں اکثر اوقات اس آیت کو پڑھ کے بے اختیار نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا کرتا ہوں۔

لڑکے پڑھنے میں سخت محنت کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں سِل اور دِق ہو جاتا ہے تا بی۔اے بن جائیں اور پھر کوئی مرتبہ پائیں۔ اب دیکھئے پاس ہونا موہوم، صحت موہوم، مرتبہ ملنے تک زندہ رہنا خیالی بات، باوجود اس کے لڑکے محنت کئے جاتے ہیں۔ پس وہ انسان کیسا بدبخت ہے جو اس خدا کے پاک وعدے کی جو ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے کچھ قدر نہ کرے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ شریعت مشکل ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرتے ہیں میری چال اختیار کرو۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ شریعت مشکل ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرتے ہیں میری چال اختیار کرو۔ کوئی کہہ سکتا ہے ہم بڑے گنہگار ہیں۔ فرماتا ہے میرے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ وعدہ کرتا ہے گناہ بخش کر پھر بھی اپنا محبوب بنالیں گے کیونکہ ہمارا نام غفور، رحیم ہے۔

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 462)

عشق قرآن:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے الفِ محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہو تا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں۔''

(بدر 19 اکتوبر 1911ء صفحہ 3 کالم 2)

بیماری کے ایام اور درسِ قرآن کریم:

مصنف حیات نور مکرم شیخ عبدالقادر سوداگرمل نے ان ایام کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

'' جب آپ رضی اللہ عنہ جنوری 1914ء کے شروع میں بیمار ہوئے تو باوجود بیماری اور کمزوری کے حسب معمول بیت اقصیٰ میں تشریف لے جا کر ایک توت کے درخت کا سہارا لے درس دیتے رہتے۔ گو رستہ میں چند مرتبہ ناتوانی کی وجہ سے قیام بھی کر لیتے تھے۔ جب کمزوری بہت بڑھ گئی اور بیت کی سیڑھیوں پر چڑھنا دشوار ہو گیا تو بعض دوستوں کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ کے صحن میں درس دینا شروع فرما دیا۔ ان ایام میں آپ رضی اللہ عنہ نقاہت کی وجہ سے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لے جاتے تھے اور اس طریق پر واپس تشریف لے جاتے تھے مگر جب ضعف اور بھی بڑھ گیا اور دوسروں کے سہارے بھی چلنا مشکل ہو گیا تو اپنے صاحبزادہ میاں عبدالحی صاحب کے مکان میں درس دیتے رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ کھڑے ہو کر درس دیا جائے مگر آخری دو تین ہفتے جب اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور ڈاکٹروں نے درس بند کر دینے کا مشورہ دیا تو فرمایا کہ (کلام الٰہی) میری روح کی غذا ہے اس کے بغیر میرا زندہ رہنا محال ہے لہٰذا درس میں کسی حالت میں بھی بند نہیں کر سکتا غالباً انہی ایام کا ذکر کرتے ہوئے الفضل لکھتا ہے۔ ضعف کا یہ حال ہے کہ بغیر سہارے کے بیٹھنا تو درکنار سر کو بھی خود نہیں تھام سکتے۔ اس حالت میں ایک دن

فرمایا کہ بول تو میں سکتا ہوں خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا درس کا انتظام کرو میں (کلام الٰہی) سنا دوں۔''

(الفضل 18 فروری 1914 ء)

میونسپل گزٹ لاہور نے 19 مارچ 1914 ء کو لکھا:

''آپ رضی اللہ عنہ جیسا کہ زمانہ واقف ہے ایک بے بدل عالم زہد و اتقا کے لحاظ سے .... جماعت کے لئے تو واقعی ہی ایک پاکباز اور مسودہ صفات .... تھے...........وہ ہندوستان........... میں ایک عالم متبحر و جید فاضل تھے۔ کلام اللہ سے جو آپ کو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہو گا اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق و معارف آشکار فرمانے میں گزارا، بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا کرتے ہوئے پائے گئے۔ اسلام کے متعلق آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے کئی کتابیں لکھیں اور معترضین کو دندان شکن جواب دیئے۔ بہرحال آپ (رضی اللہ عنہ)کی وفات ...... جماعت کے لئے ایک صدمہ عظیم اور عام طور پر اہل اسلام کے لئے بھی کچھ کم افسوسناک نہیں۔''

(روزنامہ الفضل 19 مارچ 1914 ء ، 26 مئی 1991 قدرت ثانیہ نمبر)

احباب جماعت سے تعلق:

احباب جماعت کے بارے میں ایک مرتبہ اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ:

''میری آرزو ہے کہ میں تم میں ایسی جماعت دیکھوں جو اللہ تعالیٰ کی محبّ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی متبع ہو۔ قرآن سمجھنے والی ہو۔ میرے مولیٰ نے بلا امتحان اور بغیر مانگنے کے بھی مجھے عجیب عجیب انعامات دیئے ہیں۔ جن کو میں گن بھی نہیں سکتا۔ وہ ہمیشہ میری ضرورتوں کا آپ ہی کفیل ہوا ہے۔ وہ مجھے کھانا کھلاتا ہے اور آپ ہی کھلاتا ہے۔ وہ مجھے کپڑا پہناتا ہے اور آپ ہی پہناتا ہے۔ وہ مجھے آرام دیتا ہے اور آپ ہی آرام دیتا ہے۔ اس نے مجھے بہت سے مکانات دیئے ہیں۔ بیوی بچے دیئے۔ مخلص اور سچے دوست دیئے۔ اتنی کتابیں دیں کہ دوسرے کی عقل دیکھ کر ہی چکر کھا جائے۔''

(حیات نور از شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل صفحہ 470)

جماعت کی طرف سے اپنے امام سے بے پناہ خلوص و محبت کا اظہار:

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے گھوڑے سے گرنے کا واقعہ پوری جماعت کے لئے ایک دل ہلا دینے والا حادثہ تھا جس نے سب ہی کو تڑپا دیا اور جوں جوں دوستوں کو یہ خبر پہنچی وہ دیوانہ وار اپنے محبوب آقا کی عیادت کے لئے کھچے چلے آئے۔ بیمار پرسی کے لئے ہر طرف سے بکثرت خطوط پہنچنے لگے۔ اور جماعت کے چھوٹے بڑے سب دعاؤں میں مصروف ہوگئے اور جماعتی رنگ میں بھی دعائے خاص کی مسلسل تحریکیں ہونے لگیں۔ کئی دوستوں نے اصرار کیا کہ مرکز سے روزانہ بذریعہ کارڈان کو اطلاع دی جائے چنانچہ اس کا اہتمام بھی کیا گیا ۔ غرضکہ مخلصین جماعت نے خلیفۂ وقت سے اس موقع پر جس فدائیت و شیدائیت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے ایک روز جناب باری میں عرض کی ''کہ اے مولیٰ! حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کی ضرورتیں تو مختص المقام تھیں۔ اور اب تو ضرورتیں جو درپیش ہیں ان کو بس تو ہی جانتا ہے۔ ہماری دعا قبول کر اور ہمارے امام کو نوح علیہ السلام کی سی عمر عطا کر''۔

شیخ محمد حسین صاحب (لائل پور) نے دعا کی کہ حضرت صاحب کی بیماری مجھ کو آجائے اسی طرح سید ارادت حسین

صاحب مونگھیری نے اپنی دعا میں جناب باری سے التجا کی میری عمر دو سال کم ہو کر حضرت صاحب کو مل جائے ان دعاؤں کے علاوہ دوستوں نے صدقہ و خیرات بھی کثرت سے کیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔" یہ خوشی کی بات ہے کہ بیماری کے ایام میں جماعت اللہ کی طرف متوجہ ہے"۔
اس موقع پر احمدی ڈاکٹروں نے بھی علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جس پر حضرت نے خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 330-331)

ہمدردیٔ خلق:

مکرم ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی ماڈل ٹاؤن لاہور تحریر فرماتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ بے حد فیاض اور ہمدرد بنی نوع بشر تھے۔ شاگردوں سے بہت اُنس تھی۔ اپنے پاس سے طلبا کو کتابیں کپڑے اور کھانا دیتے تھے۔ نذرانہ آتا تو اکثر دوستوں اور شاگردوں اور خدام میں بانٹ دیتے تھے۔
ایک دفعہ آپ کے ایک شاگرد نے عرض کی۔ گرم کپڑا نہیں ہے حضرت نے اپنے اوپر ایک دُھسّہ لیا ہوا تھا فوراً اُتار کر دے دیا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 543)

ایک صاحب الفضل مؤرخہ 19 مئی 1949ء میں لکھتے ہیں۔
"حضرت اماں جی حرم حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ ایک روز حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کشمیری دُھسّہ (کمبل) آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ کمبل کسی ضرورت مند کو دے دیا۔ اس روز کئی کمبل آئے اور سب کے سب آپ رضی اللہ عنہ نے تقسیم کر دیئے۔ ایک کمبل آیا تو مجھے خیال آیا کہ گھر کے لئے بھی ایک کمبل رہنا چاہیئے۔ میں نے کہا یہ کمبل آپ کسی کو نہ دیں۔ آپ نے وہ کمبل مجھے دے دیا اور فرمایا کہ: " ہم تو اپنے مولیٰ سے سودا کر رہے تھے۔ وہ بھیجتا تھا اور ہم کسی حاجت مند کو دے دیتے تھے۔ تم نے ہمارا سودا خراب کر دیا۔ اب کوئی کمبل نہ آئے گا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ سلسلہ بند ہو گیا۔"

(حیات نور صفحہ 522 از شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل)

سائل کے سوال کو آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی رد نہیں فرمایا۔ حاجی مفتی عبدالرؤف صاحب بھیروی کا بیان ہے۔
"جو چیز آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتی وہ تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک حاجت مند آیا کہ لڑکی کی شادی کرنی ہے مگر کوئی پیسہ میرے پاس نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کتنے پیسوں میں گزارا ہو جائے گا۔ اس نے اڑھائی سو روپے بتائے فرمایا بیٹھ جائیں ۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ مریضوں کے ہاتھ دیکھتے رہے۔ ظہر کے وقت اٹھنے لگے اور کپڑا اٹھایا گنتی کی گئی۔ پورے اڑھائی سو روپے نکلے جو اس غریب کو دے دیئے گئے۔
ایک شخص نے ایک مصلیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو تحفہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ رکھ لیا اور ایک خادمہ کو بلوایا اور فرمایا تم جائے نماز مانگتی تھی خدا نے بھیج دیا ہے یہ اٹھا لے جاؤ۔"

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 544)

آپ رضی اللہ عنہ عیدین کے موقع پر قادیان کے مستحق امداد لوگوں کے نام لکھ کر بچوں اور بالغوں کے لئے کپڑوں کو ٹانک کر کچھ نقدی کے ہمراہ بھجوا دیا کرتے تھے ایک دن عید میں جب کپڑے تقسیم کئے گئے تو ایک شخص نے کہا کہ میرا پاجامہ اور جوتی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک طالب علم سے چادر لی اور پاجامہ اور

جوتی نکال کر دے دی اور ننگے پاؤں گھر چلے گئے۔ عید کے لئے بلانے والا بار بار آرہا تھا۔ اتنے میں سرخ کھال کی جوتی اور کپڑے لاہور سے آپ رضی اللہ عنہ کو پہنچے تب آپ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 544)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام نامی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ 12 جنوری 1899ء کو بہت ساری الٰہی بشارات کے تحت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی مصلح موعود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ 14 مارچ 1914ء کو جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دورِ مبارک 52 سال پر محیط تھا۔ تمام ذیلی تنظیموں کا آغاز آپ رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 7, 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب وفات پائی اور 9 نومبر 1965ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

تعلق باللہ:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب میں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لا تا ہوں، اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا...... مگر آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا۔ اب مجھے زائد تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔

جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہو میں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحٰی کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبّہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور متبرک ہے یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا، پہن لیا تب میں نے اس کوٹھڑی کا جس میں میں رہتا تھا دروازہ بند کرلیا اور کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا! اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے ابھی باقی تھے میرا وہ عزم میرے آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔''

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 96-97)

یہی تعجب شیخ غلام احمد صاحب واعظ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی پیدا ہؤا جو ایک نومسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اخلاص اور ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد و زاہد اور صاحب کشف والہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ غلام احمد صاحب واعظ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا، اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا، مانگوں گا مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا، اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کے دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں ! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میرے آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔''

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 151)

قبولیت دعا:

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''میرے دفتر میں ایک سکھ دوست جو قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کے قریب کے ایک گاؤں لالے ننگل کے رہنے والے ہیں تشریف لائے انہوں نے بتایا (میں) تقسیم ملک سے قبل ایک مرتبہ قادیان آیا جمعہ کا دن تھا اور قادیان میں بارش ہو رہی تھی حضرت صاحب (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ) جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر، بیت اقصیٰ سے اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کی کہ قادیان میں تو بارش ہو رہی ہے لیکن میرے گاؤں میں سخت گرمی ہے اور وہاں بارش نہ ہونے کے سبب فصلوں کو بہت نقصان ہو رہا ہے آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے گاؤں پر بھی بارش نازل فرمائے وہ کہتے ہیں جب میں نے عرض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اور میں بھی دعا کروں گا اس کے بعد جب میں اپنے گاؤں واپس پہنچا تو وہاں بارش ہو رہی تھی اور جو فصلیں بارش نہ پڑنے کی وجہ سے تباہ ہو رہی تھیں وہ پھر ہری بھری ہو گئیں۔''

(الفضل 16 مارچ 1958 صفحہ 5)

مکرم سید اعجاز احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''1951 ء کا واقعہ ہے کہ میں ربوہ میں تھا مجھے برادر خورد عزیزم سید سجاد احمد صاحب کی طرف سے جڑانوالہ سے تار ملا ''والد صاحب کی حالت نازک ہے جلدی پہنچو۔'' نماز مغرب کے قریب مجھے تار ملا۔ مغرب کی نماز میں نے حضرت صاحب (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ) کی اقتدا میں گھبراہٹ کے عالم میں ادا کی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کر واپس تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا: ''جڑانوالہ سے چھوٹے بھائی کا تار ملا ہے ابا جی کی حالت نازک ہے کل صبح جاؤں گا آپ دعا کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اچھا دعا

کروں گا'' آپ رضی اللہ عنہ کے ان چار لفظوں میں وہ سکینت تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ اگلی صبح کو جڑانوالہ پہنچا تو والد صاحب محترم چارپائی پر حسب معمول پان چبا رہے تھے۔ بھائی سے شکوہ کیا کہ تم نے خواہ مخواہ تار دے کر پریشان کیا تو اس نے کہا کہ کل مغرب کے بعد ابا جی کی حالت معجزانہ طور پر اچھی ہونی شروع ہوئی اور خطرہ سے باہر ہوئی ورنہ مغرب سے پہلے سب علاج بے کار ثابت ہو کر حالت خطرہ والی، از حد تشویش ناک تھی پھر میں نے بتایا کہ میں نے کل مغرب کے بعد حضرت صاحب سے دعا کے لئے عرض کیا تھا یہ اسی کی برکت ہے۔''

(الفضل 17 اپریل 1966ء صفحہ 4)

مکرم فتح محمد صاحب مٹھیانی ربوہ لکھتے ہیں:

''22-1921ء میں جب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدیت کی نعمت سے مشرف ہوا اور میرے ساتھ ہی ہمارے گاؤں مٹھیانہ ضلع ہوشیار پور کے چار اور آدمی بھی احمدیت کے حلقہ بگوش ہو گئے تو گاؤں بلکہ علاقہ بھر میں ہماری مخالفت شروع ہو گئی جگہ جگہ ہمارے خلاف چرچا ہونے لگا۔ بحث مباحثہ ہوتا رہتا تھا اور اختلافی مسائل پر گفتگو شروع رہتی جب ہمارے اعتراضات کا جواب دینے سے عاجز آ گئے اور اپنے عقائد کی کمزوری ان کو نظر آنے لگی تو گاؤں کے بوڑھوں نے یوں کہنا شروع کر دیا ''کیا ہوا کہ یہ لوگ مرزائی ہوگئے ہیں ان کو ملتی تو لڑکیاں ہی ہیں؟ اتفاق سے ہم پانچوں کے ہاں جو کہ اس وقت احمدی ہوئے تھے لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں نرینہ اولاد کسی ایک کے پاس بھی نہ تھی۔ اس بات کا میرے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور میں اسی صدمہ کے زیر اثر اپنے پیارے امام (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ) کے حضور نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ ہم سب کے ہاں نرینہ اولاد ہونے کی دعا کریں تا اس بارہ میں بھی مخالفین کے منہ بند ہو جائیں۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ خداوند تعالیٰ آپ سب کو نرینہ اولاد دے گا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی دعا سے خداوند تعالیٰ نے ہم سب کو نرینہ اولاد سے نوازا اور اس رنگ میں نوازا کہ ہم اس کے حضور سجدہ تشکر بجا لائے۔''

(الفضل 28 اپریل 1966ء صفحہ 4)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے وہ کیا جانے کہ محمد ﷺ کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے۔ میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں، وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔''

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 362)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں۔ میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے۔ میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ ﷺ کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریمؐ کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔''

(الموعود صفحہ 66 و 67)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس دن (عید کے دن) خدا تعالیٰ نے ہمیں خوش ہونے کا حکم دیا ہے اور ہم خوشی منانے پر مجبور ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ہمارے دلوں کو چاہئے کہ روتے رہیں کہ ابھی محمد رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی عید نہیں آئی۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی عید سویاں کھانے سے نہیں آتی نہ شیر خُرما کھانے سے آتی ہے بلکہ ان کی عید قرآن اور اسلام کے پھیلنے سے آتی ہے۔ اگر قرآن اور اسلام پھیل جائیں تو ہماری عید میں محمد رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہو جائیں گے۔

.... پس کوشش یہی کرو کہ اسلام کی اشاعت ہو، قرآن کی اشاعت ہو تا کہ ہماری عید میں محمد رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہوں۔ اگر آج کی عید محمد رسول اللہ ﷺ کی بھی عید ہے تو پھر سارے مسلمانوں کی عید ہے۔ لیکن اگر آج کی عید میں محمد رسول اللہ ﷺ شامل نہیں تو پھر آج سارے مسلمانوں کے لئے عید نہیں بلکہ ان کے لئے ماتم کا دن ہے۔''

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 32-33)

عشق قرآن:

قرآن مجید سے تعلق اور محبت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' ہم نے صرف قرآن کے لفظوں کو نہیں دیکھا بلکہ ہم خود اس کی محبت کی آگ میں داخل ہوئے اور وہ ہمارے وجود میں داخل ہو گئی۔ ہمارے دلوں نے اس کی گرمی کو محسوس کیا اور لذت حاصل کی۔ ہماری حالت اس شخص کی نہیں جو دیکھتا ہے کہ بادشاہ باغ کے اندر گیا ہے اور وہ باہر کھڑا اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کب بادشاہ باہر نکلے تو میں اس کی دست بوسی کروں بلکہ ہم نے خود بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور باغ کے اندر داخل ہوئے اور روش روش پھرے اور پھول پھول کو دیکھا........... خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ علوم عطا فرمائے ہیں کہ جن کی روشنی میں ہم نے دیکھ لیا کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ ایک زندہ رسول ہے۔''

(الفضل 16 اپریل 1924ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اپنی شہرہ آفاق تقریر'' سیر روحانی'' میں فرماتے ہیں:

''پس اے دوستو! میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان خزانے سے تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ دنیا کے تمام علوم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ دنیا کی تمام تحقیقاتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور دنیا کی تمام سائنس اس کے مقابلہ میں اتنی حقیقت بھی نہیں رکھتی جتنی سورج کے مقابلہ میں ایک کرم شب تاب حقیقت رکھتا ہے۔ دنیا کے علوم قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔قرآن ایک زندہ خدا کا زندہ کلام ہے اور وہ غیر محدود معارف و حقائق کا

حامل ہے۔ یہ قرآن جیسے پہلے لوگوں کے لئے کھلا تھا اسی طرح آج ہمارے لئے کھلا ہے۔...........
آج جبکہ دنیا کے علوم میں ترقی ہو رہی ہے یہ پھر بھی کھلا ہے بلکہ جس طرح دنیوی علوم میں آج کل زیادتی ہو رہی ہے اسی طرح قرآنی معارف بھی آج کل نئے سے نئے نکل رہے ہیں........... ہمیشہ ہی جو حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) نے تقسیم کئے اور یہی وہ خزائن ہیں جو آج ہم تقسیم کر رہے ہیں۔ دنیا اگر حملہ کرتی ہے تو پروا نہیں، وہ دشمنی کرتی ہے تو سو بار کرے، وہ عداوت و عناد کا مظاہرہ کرتی ہے تو لاکھ بار کرے۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ تم بے شک ہمارے سینوں میں خنجر مارے جاؤ۔ اگر ہم مرگئے تو یہ کہتے ہوئے مریں گے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے مارے گئے اور اگر جیت گئے تو یہ کہتے ہوئے جیتیں گے کہ ہم نے محمد ﷺ کا جھنڈا دنیا میں بلند کر دیا۔''

(سیر روحانی صفحہ 95)

قرآن مجید سے گہری وابستگی اور قلبی لگاؤ اور قرآنی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے تو آج تک نہ کوئی ایسی کتاب دیکھی اور نہ مجھے کوئی ایسا آدمی ملا جس نے مجھے کوئی ایسی بات بتائی جو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑھ کر ہو یا قرآن کریم کی کسی غلطی کو ظاہر کر رہی ہو یا کم از کم قرآن کریم کی تعلیم کے برابر ہی ہو۔ محمد ﷺ جس کے سامنے تمام علوم ہیچ ہیں۔
چودھویں صدی علمی ترقی کے لحاظ سے ایک ممتاز صدی ہے۔ اس میں بڑے بڑے علوم نکلے۔ بڑی بڑی ایجادیں ہوئیں اور بڑے بڑے سائنس کے عقدے حل ہوئے مگر یہ تمام علوم محمد ﷺ کے علم کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔''

(الفضل 30 جون 1939ء)

احباب جماعت سے تعلق:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' میں دیانت داری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لئے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے، ہے اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہوسکتا ہے۔ پھر میں اپنے دل کی محبت پر انبیاء کی محبت کو قیاس کرتا ہوں جیسے ہم جگنو کی چمک پر سورج کو قیاس کر سکتے ہیں تو میں ان کی محبت اور اخلاص کو حد سے بڑھا ہوا پاتا ہوں۔''

(الفضل 4۔اپریل 1924ء صفحہ 7)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ
تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔

مگر ان کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لئے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔''

(برکات خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 156)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے ایک ایسی جماعت کا انتظام سپرد کیا ہے جس کی نسبت اگر میں یہ کہوں کہ وہ میری آواز پر کان نہیں رکھتی تو یہ ایک سخت ناشکری ہوگی۔ میری بات کی طرف توجہ کرنا تو ایک چھوٹی سی بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ بہت ہیں جو میرے اشارے پر اپنی جان اور اپنا مال اور اپنی ہر عزیز چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اور اس اخلاص بھری جماعت کو مخاطب کرتے وقت میرا دل اس یقین سے پر ہے کہ وہ فوراً اس نقص کو رفع کرنے کی کوشش کرے گی۔ جس کی طرف میں نے ان کو متوجہ کیا ہے۔''

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 85)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے ہمیشہ حیرت ہوا کرتی ہے اور میں اپنے دل میں کہا کرتا ہوں کہ الٰہی! تیری بھی عجیب قدرت ہے کہ تو نے کس طرح لوگوں کے دلوں میں میری نسبت محبت کے جذبات پیدا کردیئے کہ جب کبھی سفر میں باہر جانے کا موقع ملے اور میں گھوڑے پر سوار ہوں تو ایک نہ ایک نوجوان حفاظت اور خدمت کے خیال سے میرے گھوڑے کے ساتھ پیدل چلتا چلا جاتا ہے اور جب میں گھوڑے سے اُترتا ہوں تو وہ فوراً آگے بڑھ کر میرے پاؤں دبانے لگ جاتا ہے اور کہتا ہے حضور تھک گئے ہوں گے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں تو گھوڑے پر سوار آیا اور یہ گھوڑے کے ساتھ پیدل چلتا آیا مگر اس محبت کی وجہ سے جو اسے میرے ساتھ ہے اس کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ یہ تو گھوڑے پر سوار تھے یہ کس طرح تھکتے ہوں گے۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ گویا گھوڑے پر وہ سوار تھا اور پیدل میں چلتا آیا ۔ چنانچہ میرے اصرار کرنے کے باوجود کہ میں نہیں تھکا میں تو گھوڑے پر آ رہا ہوں۔ وہ یہی کہتا چلا جاتا ہے کہ نہیں حضور تھک گئے ہوں گے۔ مجھے خدمت کا موقع دیا جائے اور پاؤں دبانے لگ جاتا ہے۔''

(الفضل 15 ۔ مارچ 1938 ء صفحہ 4)

ہمدردیٔ خلق:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں دیانت داری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لئے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے ہے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہو سکتا ہے۔''

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 111)

'' میں کسی کا بھی دشمن نہیں گو ساری دنیا میری دشمن ہے مگر مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس میں میرے لئے

خدا تعالیٰ کے عفو اور غفران کی علامت ہے کیونکہ جو کسی کا دشمن نہ ہو پھر بھی اس سے دشمنی کی جائے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشنے کیلئے تیار ہوتا ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 111)

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ :

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی حضرت محمودہ بیگم صاحبہ کے بطن مبارک سے 16 نومبر 1909ء کو پیدا ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ حافظ قرآن تھے۔ 1974 ء میں قومی اسمبلی میں جماعت کے خلاف ہونے والے فیصلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی طرف سے دندان شکن جواب دیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ 9 نومبر 1965ء کو جماعت احمدیہ کے تیسرے امام اور خلیفۃ المسیح الثالث منتخب ہوئے۔26 مئی 1982 ء کو تھوڑی سی علالت کے بعد اسلام آباد پاکستان میں وفات پاگئے آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

تعلق باللہ:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے تعلق باللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ جب ایک موقع پر ظالمانہ طور پر ہمیں بھی قید میں بھیج دیا گیا۔ گرمیوں کے دن تھے اور مجھے پہلی رات اس تنگ کوٹھڑی میں رکھا گیا جس میں ہوا کا کوئی گزر نہیں تھا اور اس قسم کی کوٹھڑیوں میں ان لوگوں کو رکھا جاتا ہے جنہیں اگلے دن پھانسی پر لٹکایا جانا ہو۔ زمین پر سوتا تھا۔ اوڑھنے کے لئے ایک بوسیدہ کمبل تھا اور سرہانے رکھنے کے لئے اپنی اچکن تھی۔ بڑی تکلیف تھی۔ میں نے اس وقت دعا کی کہ اے میرے رب! میں ظلم کر کے ، چوری کر کے، کسی کی کوئی چیز مار کر یا غصب کر کے یا کوئی اَور گناہ کر کے اس کوٹھڑی میں نہیں پہنچا۔ میں اس جگہ اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ میں تیرے نام کو بلند کرنے والا تھا۔ میں اس جماعت میں شامل تھا جو تو نے اس لئے قائم کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت دلوں میں پیدا کی جائے۔ میرے رب! مجھے یہاں آنے سے کوئی تکلیف نہیں، مجھے کوئی شکوہ نہیں، میں کوئی گلہ نہیں کرتا، میں خوش ہوں کہ تو نے مجھے قربانی کا ایک موقع دیا ہے اور میری اس تکلیف کی میری اپنی نگاہ میں بھی کوئی حقیقت اور قدر نہیں ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں اس جگہ جہاں ہوا کا گزر نہیں سو نہیں سکوں گا۔ میں یہ دعا کر رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں۔ میں بلا مبالغہ آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے نزدیک ایک ایئر کنڈیشنر (Air Conditionar) لگا ہوا ہے اور اس سے ایک نہایت ٹھنڈی ہوا نکل کر پڑنی شروع ہوئی اور میں سو گیا۔ غرض ہر دکھ کے وقت، ہر مصیبت کے وقت میں جب عظیم منصوبے بنائے گئے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کا پیار آسمان سے آیا اور اس نے ہمیں اپنے احاطہ میں لے لیا اور ہمیں تکلیفوں اور دکھوں سے بچایا اور اسی لذت اور سرور کے سامان پیدا کئے کہ دنیا اس سے ناواقف ہی نہیں

اس کی اہل بھی نہیں ہے۔‘‘

(حیات ناصر۔صفحہ 174-173)

خلافت کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے کالج کا ذکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی غیرت کا ایک واقعہ بیان فرمایا جو درج ذیل ہے:

’’خدا تعالیٰ اس جماعت کے جو چھوٹے چھوٹے شعبے ہیں ان کے لئے بڑی غیرت دکھاتا ہے۔ ابھی میرے دوبارہ سفر یورپ پر جانے سے پہلے اس خاندان کا ایک آدمی آیا جس کے بارہ میں بتایا کرتا ہوں کہ ان کا بڑا ہوشیار لڑکا تھا۔ TOP کے نمبر لئے میٹرک میں۔ ہمارا کالج لاہور میں تھا۔ اس کے والد کو میں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ وہ لڑکا ہمارے کالج میں داخل ہوگیا۔ میں نے بڑے پیار سے اسے داخل کیا۔ وہ میرے دوست کا بچہ تھا جو سیالکوٹ کے ایک گاؤں کے رہنے والے اور زمیندار تھے۔ اس کے چند رشتہ دار غیر مبائع تھے انہوں نے لڑکے کے باپ کا دماغ خراب کیا۔ اس سے کہنے لگے اتنا ہوشیار بچہ Superior Services کے Competition میں یہ پاس ہونے والا نہیں۔تم یہ کیا ظلم کیا اپنے بچے کو جا کر احمدیوں کے کالج میں داخل کروا دیا۔ جس وقت یہ انٹرویو میں جائے گا۔ لوگوں کو یہ پتہ لگے گا یہ ٹی آئی کالج میں رہا ہے۔ اس کو لیں گے نہیں اور یہ دنیوی طور پر ترقی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ وہ میرے پاس آ گیا۔ میں خالی پرنسپل نہیں تھا اس کا دوست بھی تھا۔ میرے دل میں اس کے بچے کے لئے بڑا پیار تھا۔ میں نے اس کو پندرہ بیس منٹ تک سمجھایا کہ اپنی جان پر ظلم نہ کرو خدا تعالیٰ بڑی غیرت رکھتا ہے جماعت احمدیہ اور اس کے اداروں کے لئے۔تمہیں سزا مل جائے گی۔ خیر وہ سمجھ گیا اور چلا گیا۔ پھر انہوں نے بھڑکایا پھر میرے پاس آ گیا۔ پھر میں نے سمجھایا پھر چلا گیا۔ پھر تیسری دفعہ جب آیا تو میں نے سمجھا اس کے باپ کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں دستخط کر دیتا ہوں مگر تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ یہ لڑکا جس کے متعلق تم یہ خواب دیکھ رہے ہو کہ سپیریئر سروسز کے امتحان میں پاس ہو کر ڈی سی بنے گا۔ یہ ایف اے بھی نہیں پاس کر سکے گا۔ اس نے مائیگریشن فارم پر کیا ہوا تھا اتنے اچھے نمبر تھے کہ ٹی آئی کالج سے گورنمنٹ کالج اسے بڑی خوشی سے لے لیتا۔ چنانچہ میں نے اس کے فارم پر دستخط کئے اور وہ اسے لے کر چلے گئے۔ پھر مجھے شرم کے مارے ملا بھی نہیں۔ کوئی چار پانچ سال کے بعد مجھے ایک خط آیا جو شروع یہاں سے ہوتا تھا کہ میں آپ کو اپنا تعارف کرا دوں میں وہ لڑکا ہوں جس کے مائیگریشن فارم پر آپ نے دستخط کئے تو مجھے اور میرے باپ سے کہا تھا کہ میں ایف اے بھی نہیں پاس کر سکوں گا اور چار پانچ سال کا زمانہ ہوگیا ہے اور میں واقعی ایف اے پاس نہیں کر سکا پھر وہ تجارت میں لگ گیا۔ اب پھر مجھے ایک خط آیا جو اسی سفر میں ملا کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کو آپ نے یہ کہا تھا کہ تو ایف اے پاس نہیں کر سکے گا۔ پس خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ایک کالج اور اس کے ایک پرنسپل کے لئے اتنی غیرت دکھاتا ہے تو خلیفہ وقت کے لئے کتنی غیر دکھائے گا۔‘‘

(حیات ناصرصفحہ 167-166)

قبولیت دعا:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’مغربی افریقہ سے ایک خاتون نے مجھے لکھا کہ ہمیں شادی کئے 37 برس ہو چکے ہیں لیکن ہم اولاد کی نعمت

سے محروم ہیں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے باوجود اتنی عمر گزر جانے کے بھی اولاد کی نعمت سے نوازے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ بظاہر میں عمر کے ایسے دور میں داخل ہو چکی ہوں کہ اولاد کا ہونا ناممکن نظر آتا ہے میں نے اس کے لئے دعا شروع کی اور اللہ تعالیٰ نے میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے شادی کے 40 سال بعد اس کو لڑکا عطا فرمایا۔''

(الفضل 27 جولائی 1971 صفحہ 3)

حضرت امام جماعت الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

''ربوہ میں مجھے ایک شخص کا خط ملا کہ اس کے دو عزیزوں کو سزائے موت کا فیصلہ ہوا ہے اور اصل مجرم تو بچ گیا لیکن ہم جو مجرم نہیں انہیں سزا مل رہی ہے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ نے بھی سزائے موت کا فیصلہ برقرار رکھا ہے بظاہر بچنے کے کوئی امکانات نہیں ہیں۔ اب ہم رحم کی اپیل کر رہے ہیں آپ ہمارے لئے دعا کریں .... میں انہیں لکھا کہ میں دعا کروں گا خدا تعالیٰ بڑا ہی قادر اور رحیم ہے اس کے ہاں کوئی بات انہونی نہیں مایوس نہ ہوں۔ چند دنوں کے بعد مجھے ان کا خط ملا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے عدالت نے انہیں اس جرم سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔''

(الفضل 31 اکتوبر 1967ء صفحہ 3)

فرینکفورٹ جرمنی کے ایک دوست کے ہاں پچھلے دس سال سے کوئی اولاد نہ تھی ڈاکٹروں نے یہ تشخیص کی کہ Uterus کے منہ پر کینسر کے آثار ہیں جس کے لئے اپریشن ضروری ہے مکرم خالد صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا اور آپریشن کی اجازت کے لئے لکھا آپ نے فرمایا آپریشن ہرگز نہ کرائیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔........... وہاں کے چوٹی کے ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ بچہ پیدا ہونے کی 99% کوئی امید نہیں اور آپریشن کے نتیجہ میں جو ایک فیصد امید ہے وہ بھی جاتی رہے گی'' .... لیکن خدا کی قدرت دیکھیں کہ حضرت صاحب کی دعا سے ان کے ہاں بچی نے جنم لیا اور آپ نے اس بچی کا نام ''خولہ'' تجویز فرمایا۔

(الفضل 25 جون 1971ء صفحہ 2)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پیارے نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی اکرم ﷺ پر ہر آن اور ہر لحظہ درود اور سلام بھیج رہے ہیں۔ مظہر صفات الٰہیہ اور فرشتہ صفت بنو اور نبیؐ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو تا اس کی برکت سے ہماری زبانوں سے حکمت و معرفت کی نہریں جاری ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود پڑھے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔''

(حیات ناصر۔ صفحہ 310)

کالج کے زمانہ میں جب کہ آپ کا قیام تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پرنسپل کی کوٹھی میں تھا اور قریب ہی سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل چودھری محمد علی صاحب رہتے تھے۔ راجہ غالب احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ جب 1963ء 1964ء میں ائیر فورس چھوڑ کر

سیکنڈری بورڈ میں بطور ڈپٹی سیکرٹری پوسٹ ہوئے تو ربوہ تشریف لائے اور چودھری محمد علی صاحب کے پاس ٹھہرے۔ انہوں نے پرنسپل صاحب کی کوٹھی پر متعین پٹھان چوکیدار یا ملازم سے آپ کے شب و روز کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ آپ کا کیا پوچھتے ہیں۔ آپ تو سارا دن کام کر کے سخت تھک جاتے ہیں رات گئے تک کام کرتے رہتے ہیں اور پھر ڈرائنگ روم میں تہجد ادا کرتے ہیں اور مناجات کرنے اور خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑانے کی آوازیں باہر تک آتی ہیں۔ ذکر الٰہی کی آپ کو شروع سے ہی عادت تھی۔ اکثر اوقات آپ ایک طرف کاغذات پر دستخط فرما رہے ہوتے اور دوسری طرف دل میں خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کر رہے ہوتے اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام بھیج رہے ہوتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس امر کا اظہار آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے دوران ایک جلسہ سالانہ پر بھی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پاس کھڑے ہوئے ہیڈ کلرک جنید ہاشمی صاحب کو بھی تحریک کی تھی کہ وہ کاغذات لے کر کھڑے ہیں اور دستخطوں کے دوران وہ بھی ذکر الٰہی کریں۔

(حیات ناصر۔صفحہ 217)

عشق قرآن :

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

’’قرآن جو ہمارے لئے ایک مکمل ہدایت ہے، قرآن جو خدائے واحد و یگانہ کی رحمانیت کو حرکت میں لاتا ہے، قرآن جو زبان اور اعمال کی کجیوں کو دور کرتا ہے، قرآن جب ہمارے دل میں اترتا اور ہماری زبان پر جاری ہوتا ہے تو اس کی برکت سے ہماری زندگی کی سب الجھنیں سلجھ جاتی ہے۔ قرآن خود کلید قرآن ہے۔ پس قرآن پڑھو، قرآن پڑھو۔‘‘

(حیات ناصر۔صفحہ 310)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’قرآن کریم اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضروریات کا حل موجود ہے۔ علمی لحاظ سے بھی اور عمل کر کے فائدہ اٹھانے کے لحاظ سے بھی۔‘‘

’’میں نے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے دنیا کے چوٹی کے دانشوروں میں سے بعض کے ساتھ باتیں کی ہیں اور ہر ایک کو اس بات کا قائل کیا ہے کہ تمہارے علم کے متعلق بھی قرآن کریم ہمیں بنیادی حقیقت بتاتا ہے جیسے بعض دفعہ تم خود بھول جاتے ہو۔ مثلاً کیمسٹری (کیمیا) کا علم ہے۔ میں اس مضمون کا گریجوایٹ نہیں ہوں۔ نہ میں نے سکول میں کیمسٹری پڑھی ہے نہ کالج میں۔ لیکن ابھی پچھلے دنوں ایک احمدی طالب علم سے میری ملاقات ہوئی جو کیمسٹری میں پی۔ایچ۔ڈی کر رہا تھا۔ اس کو میں نے کیمیا کے متعلق بتانا شروع کیا اور جب یہ کہا کہ میں نے کیمیا کے متعلق قرآن کریم سے سیکھا ہے تو وہ حیران ہو کر میرا منہ دیکھنے لگا کیونکہ وہ حقیقت جو مختلف علوم کے اساتذہ کو معلوم نہیں وہ قرآن کریم ہمیں سکھاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم بڑی عظیم کتاب ہے اور بڑی برکتوں والی کتاب ہے۔‘‘

’’بعض نادان لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ چودہ سو سال پہلے کی کتاب ہے۔آج کے مسائل کو کیسے حل کرے گی۔ خود میرے سامنے ہر قسم کے لوگ بات کرتے ہیں .... میں ایسے لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ چودہ سو سال پہلے جس خدا نے اس کتاب کو نازل کیا تھا وہ آج کے مسائل بھی جانتا تھا اس لئے یہ آج کے مسائل کو حل کر سکتی ہے اور کیسے حل کرے گی یہ تو ایک فلسفہ ہے۔ رہی حقیقت تو تم کوئی مسئلہ پیش کرو۔ میں اسے

قرآن کریم سے حل کر کے بتا دیتا ہوں۔ کیونکہ اس کے اندر علوم کے دریا بہہ رہے ہیں۔''

''ہمارا ایک بڑا ذہین بچہ تھا۔اس کو میں نے یہی مسئلہ سمجھایا اور بتایا کہ قرآن کریم کی رو سے اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کا ہر جلوہ ایک نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ایٹم کے بارہ میں مزید ریسرچ کرنے کیلئے حکومت جرمنی کے وظیفے پر جرمنی گیا تو وہاں اس نے اپنے پروفیسروں سے کہا کہ وہ اس موضوع پر ریسرچ کرنا چاہتا ہے کہ تابکاری کا اثر گیہوں پر اورقسم کا ہے، مکئی پر اورقسم کا ہے اور چاول پر اورقسم کا ہے۔ اس کے پروفیسر اسے کہنے لگے کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ ہمارے دماغ میں تو کبھی یہ بات نہیں آئی۔ تمہارے دماغ میں کیسے آ گئی۔ اس نے بعد میں مجھے بتایا کہ آپ نے (ہرروز اللہ کی شان کا نیا جلوہ ظاہر ہوتا ہے) کے بارہ میں بتایا تھا اس کے مطابق میں نے اپنے پروفیسروں سے باتیں کیں۔ بڑی مشکل سے اس موضوع پر ریسرچ کرنے کیلئے اجازت ملی اور جب ریسرچ کی تو یہی نتیجہ نکلا کہ اٹامک انرجی کا اثر گیہوں پر اور رنگ میں ظاہر ہو تا ہے اور مکئی پر اور رنگ میں ظاہر ہو تا ہے اور چاول پر اور رنگ میں ظاہر ہو تا ہے۔ چنانچہ اس کی اس ریسرچ پر اس کے جرمن پروفیسر بڑے حیران ہوئے۔ یہ تو قرآن کریم کی تعلیم کی برکت تھی۔ میں تو ایک واسطہ بن گیا۔قرآن کریم کی تعلیم سکھانے کا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۔''

(روزنامہ الفضل 26 مئی 1990 قدرت ثانیہ نمبر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اگست 1966 ء میں فرمایا:

''کوئی پانچ ہفتہ کی بات ہے۔ ابھی میں ربوہ سے باہر گھوڑا گلی کی طرف نہیں گیا تھا ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دعاؤں میں مصروف تھا۔ اس وقت عالم بیداری میں میں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے۔ اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا پھر میں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے۔ پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پر شوکت آواز فضاء میں گونجی جو اس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی بُشْرٰی لَکُمْ یہ ایک بڑی بشارت تھی، لیکن اس کا ظاہر کرنا ضروری نہ تھا۔ ہاں دل میں ایک خلش تھی اور خواہش تھی کہ جس نور کو میں نے زمین کو ڈھانپتے ہوئے دیکھا ہے جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زمین کو منور کر دیا ہے اس کی تعبیر بھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے سے مجھے سمجھائے۔ چنانچہ وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے اس نے خود اس کی تعبیر اس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوار قرآن اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو میں نے زمین پر محیط ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 344 خطبہ 5 اگست 1966)

احباب جماعت سے تعلق:

'' اے جان سے زیادہ عزیز بھائیو! میرا ذرہ ذرہ آپ پر قربان کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے جماعتی اتحاد اور جماعتی

استحکام کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق عطا کی کہ آسمان کے فرشتے آپ پر ناز کرتے ہیں۔آسمانی ارواح کے سلام کا تحفہ قبول کرو۔ تاریخ کے اوراق آپ کے نام کو عزت کے ساتھ یاد کریں گے اور آنے والی نسلیں آپ پر فخر کریں گی کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس بندہ ضعیف اور ناکارہ کے ہاتھ پر متحد ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ قیام توحید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور غلبہ اسلام کے لئے جو تحریک اور جو جدوجہد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کی تھی اور جسے حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے آرام کھو کر، اپنی زندگی کے ہر سکھ کو قربان کر کے اکناف عالم تک پھیلایا ہے آپ اس جدوجہد کو تیز سے تیز کرتے چلے جائیں گے۔

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا بھوکا ہوں۔ میں نے آپ کے تسکین قلب کے لئے ، آپ کے بار کو ہلکا کرنے کے لئے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے، اپنے رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے پورا یقین اور بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رد نہیں کرے گا۔''

(حیات ناصر صفحہ 374)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ 1974 ء کے دلخراش حالات جو پاکستان کی جماعت پر گزرے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''علاوہ ازیں دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوتی تھیں۔ ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں کہ میں خدا کے فضل اور رحم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لئے دعائیں کرتا رہا ہوں۔ میں احباب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن ادا کرنے کی توفیق عطا کرے جو اس نے اس عاجز کے کندھوں پر ڈالی ہیں۔ میں اور احباب جماعت مل کر ان ذمہ داریوں کو پورا کریں کیونکہ میرے اور احباب کے وجود میں میرے نزدیک کوئی امتیاز اور فرق نہیں ہے۔ ہم دونوں ''امام جماعت اور جماعت'' ایک ہی وجود کے دو نام ہیں اورایک ہی چیز کے دو مختلف زاویے ہیں۔ پس ہمیں اپنی زندگیوں میں الٰہی بشارتوں کے پورا ہونے کی جھلکیاں نظر آنے لگیں جو بشارتیں کہ مہدی علیہ السلام کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کے غلبہ کی ہمیں ملی ہیں۔آمین''

(روزنامہ الفضل مؤرخہ 17 اپریل 1976 ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''خلافتِ احمدیہ کی ایک صفت یہ ہے کہ اس خلافت کو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میں اس خلافت کے ذریعہ اپنی زبردست قدرتوں کا زبردست ہاتھ دکھاؤں گا۔ یہ خدا تعالیٰ کی تائید یافتہ خلافت ہے اسی خلافت کا ایک وجود ہے خلافت تو روح ہے اور اس کا جسم بھی ہے (یعنی جماعت احمدیہ جسم ہے) روح اور جسم مل کر ایک وجود بنتے ہیں............اسی لئے خلافت کا یہ کام ہے کہ وہ جماعت کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ خلیفہ وقت آپ کے لئے دعا کریں۔ خلیفۂ وقت پر بعض دفعہ ایسے حالات بھی آتے ہیں وہ ہفتوں ساری ساری رات آپ کے لئے دعائیں کر رہا ہوتا ہے جیسے 1974ء کے حالات میں دعائیں کرنی پڑیں۔ میرا خیال ہے کہ دو مہینے تک میں بالکل سو نہیں سکا تھا کئی مہینے دعاؤں میں گزرے تھے۔''

(خطاب خدام الاحمدیہ مؤرخہ 6 نومبر 1977 ء و الفضل 21 مئی 1978 صفحہ 4)

ہمدردیٔ خلق:

مولوی غلام باری صاحب سیف لکھتے ہیں:

''جامعہ کے ہوسٹل میں دوسرے ہوسٹلوں کی طرح ایک وقت دال پکتی اور شام کے کھانے میں اکثر گوشت ملتا۔ میرا گاؤں قادیان سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔ اکثر جمعرات کی شام کو گاؤں چلا جاتا اور جمعہ کی شام کو واپس آجاتا۔ شام کو ہوسٹل میں کھانے کی میز پر بیٹھا تو آج کوئی نئی چیز پکی ہوئی تھی پرندوں کا گوشت تھا جو حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ) نے شکار کر کے طلبا جامعہ کے لئے بھجوائے تھے۔''

(حیات ناصر صفحہ 130-131)

مکرم وقیع الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''ایک پروفیسر صاحب مجھے پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک امتحان کے بعد انہوں نے میرا پرچہ لیا اور میرے لکھے ہوئے جوابات کوتضحیک کے انداز میں کلاس کے سامنے پڑھ پڑھ کر سنانا شروع کردیا۔ میں شہری ماحول سے گیا ہوا طالب علم تھا، مجھے ناگوار گزرا۔ قادیان کی درس گاہوں کے آداب سے پوری طرح واقف نہ تھا اس لئے احتجاجاً کلاس سے اٹھ کر باہر آگیا اور پرفیسر صاحب کے روکنے کے باوجود نہ رُکا۔ پروفیسر صاحب نے پرنسپل (یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب) کے پاس میری شکایت کی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو میرے جواب سے تسلی نہ ہوئی اور سزا سنائی کہ پانچ روپے جرمانہ یا پانچ چھڑیاں تمام کالج کے سامنے لگائی جائیں۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ تو چند ماہ کے اندر ہی میرے وحشی قلب کوتسخیر کر چکے تھے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں ایک عجیب سپردگی کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ ان میں سے پہلی سزا کون سی ہے جرمانہ یا چھڑیاں۔ جو بھی پہلی سزا ہو وہی مجھے منظور ہے۔ ذرا سوچ کر فرمایا۔ جرمانہ اصل سزا ہے اگر نہ دینا چاہو تو چھڑیاں کھانا ہوں گی۔ جرمانہ فلاں دن تک جمع کروادو۔

اس زمانے میں ایک طالب علم کے لئے پانچ روپے خاصی بڑی رقم ہوتی تھی۔ ہمارے ہوسٹل کا سارے مہینے کا خوراک کا خرچ فی کس پانچ روپے کے قریب آتا تھا جرمانہ داخل کرنے کی تاریخ سے ایک دن قبل مسجد مبارک میں نماز عصر کے بعد مجھے ایک طرف بلایا اور پوچھا ''تم نے جرمانہ ادا کر دیا ہے''؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ ابھی تک گھر سے منی آرڈر نہیں پہنچا ہے۔ آنکھیں نیچی کرکے شیروانی کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پانچ روپے کا نوٹ مجھے دیا کہ جاؤ کل جرمانہ ضرور داخل کر دو ورنہ سارے کالج کے سامنے چھڑیاں کھانا پڑیں گی اور ذرا رعایت نہ ہوگی۔

''مت پوچھ کہ دل پہ کیا گزری''

(حیات ناصر صفحہ 133-134)

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ 10 جون 1982ء کو جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے۔

اپریل 1984ء میں آپ ہجرت فرما کر لندن تشریف لے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور مبارک میں اور بے شمار ترقیات کے علاوہ MTA کی چوبیس گھنٹے کی نشریات کا آغاز بھی یکم جنوری 1996ء کو ہوا۔ 19 اپریل 2003ء کو آپ نے وفات پائی اور لندن میں تدفین عمل میں آئی۔

تعلق باللہ:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اتنا کامل یقین خدا تعالیٰ کی ہستی کا میرے دل میں ہے کہ میں خدا کی قسم کھا کر آپ کو کہتا ہوں کہ آج دنیا میں شاید ہی کوئی اور انسان ہو جس کو خدا تعالیٰ کی ہستی کا اپنے تجربے سے اتنا کامل یقین ہو جتنا مجھے ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں، کوئی تکبر نہیں۔ لازماً یہ بات سو فیصد درست ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 15 اکتوبر 1999ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو آپ خدا کے حضور دعا میں لگ جائیں۔ اگر آپ دعا کرنے کو اپنی عادت بنا لیں تو ہر مشکل کے وقت آپ کو حیران کن طور پر خدا کی مدد ملے گی اور یہ وہ بات ہے جو میری ساری عمر کا تجربہ ہے۔ اب جبکہ میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں تو میں یہ بتاتا ہوں کہ جب بھی ضرورت پڑی اور میں نے خدا کے حضور دعا کی تو میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ ہمیشہ اللہ نے میری دعا قبول کی۔''

(روزنامہ الفضل 15 اگست 1999ء)

ساڑھے دس سال کی عمر کا ایک واقعہ:

حضرت سیّدہ (مراد حضرت اُمّ طاہر صاحب) کی یہ دعائیں کس طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئیں آج اس کا ایک زمانہ شاہد ہے مگر ساڑھے دس سال کی عمر میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے عزائم کیا تھے اور حضرت سیدہ کی دعائیں کس طرح بار آور ہو رہی تھیں اس کا اندازہ ایک نہایت ہی ایمان افروز واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب جو برس ہا برس حضرت فضل عمر کے فیملی ڈاکٹر کے طور پر خدمات بجا لاتے رہے بیان فرماتے ہیں:

'' اس بچہ کا ایک عجیب وغریب واقعہ میں تازیست نہ بھولوں گا 1939ء کی بات ہے جبکہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ (یعنی حضرت فضل عمر) دھرم سالہ میں قیام پذیر تھے اور جناب عبدالرحیم صاحب نیر بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضور کے ہمراہ تھے۔ ایک دن نیّر صاحب نے اپنے خاص لب و لہجہ کے ساتھ کہا: میاں طاہر احمد آپ نے ایک بات (کوئی بات تھی) نہایت اچھی کہی ہے جس سے میرا دل بہت خوش ہوا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو کچھ انعام دوں۔ بتلایئے آپ کو کیا چیز پسند ہے تو اس بچہ نے جس کی عمر اس وقت ساڑھے دس سال کی تھی برجستہ کہا: ''اللہ!'' نیّر صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا: نیر صاحب اگر طاقت ہے تو اب میاں طاہر احمد کی پسندیدہ چیز دیجئے مگر آپ کیا دیں گے؟ اس چیز کے لینے کے لئے تو آپ خود ان کے والد کے قدموں میں بیٹھے ہیں۔''

(الفضل 13 مارچ 1944ء صفحہ 2)

قبولیت دعا:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے گھانا میں ایک چیف کو میرے ہاتھ پر قبول حق کی توفیق ملی اس سے پہلے وہ مذہباً عیسائی تھے نرینہ اولاد کی حسرت لئے دل میں پھرتے تھے۔ دو مرتبہ ان کی اہلیہ کا حمل ضائع ہو چکا تھا اور اب وہ مایوس ہو چکے تھے انہوں نے مجھے دعا کے لئے کہا۔ کہنے لگے کہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے بیٹا دے اور میری اہلیہ بھی صحت و عافیت اور خیریت سے رہے۔ میں نے چیف اور اس کی بیگم کے لئے بڑے تضرع اور درد سے دعا کی اور انہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ میری اور ان کی دعاؤں کو ضرور شرف قبولیت بخشے گا۔ کچھ مدت کے بعد ان کی اطلاع ملی کہ خدا تعالیٰ نے دعائیں سن لی ہیں اور انہیں ایک صحتمند بیٹے سے نوازا ہے۔''

(ایک مرد خدا ۔ مترجم مکرم چودھری محمد علی صاحب صفحہ 352)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قبولیت دعا کا ایک اور واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''غانین خاتون لکھتی ہیں! میری اولاد پیدائش کے دو ہفتہ کے اندر اندر فوت ہو جاتی تھی میں نے آپ کو دعا کے لئے خط لکھا اور مجھے یہ عجیب جواب ملا کہ ''بچے کا نام امۃ الحیٔ رکھنا'' جو کہ بیٹی کا نام ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان دیکھ کر حیران رہ گئی خدا نے مجھے بیٹی عطا فرمائی جس کا نام میں نے امۃ الحیٔ رکھا۔ ایک سال ہوچکا ہے اور خدا کے فضل سے صحت مند اور ہشاش بشاش ہے۔''

(ضمیمہ خالد جولائی 1987ء صفحہ 10)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

''نائیجیریا سے سیف اللہ چیمہ تحریر فرماتے ہیں کہ گزشتہ مرتبہ جب میں آپ سے ملنے آیا میری بیوی بھی ساتھ تھی ہم نے ذکر کیا کہ ہماری شادی پر عرصہ گزر گیا ہے اور کوئی اولاد نہیں اس وقت آپ نے بے اختیار یہ فقرہ کہا ''بشریٰ بیٹی آئندہ جب آؤ تو بیٹا لے کر آنا'' وہ کہتے ہیں آپ کو یہ خوشخبری دے رہا ہوں کہ اب جب ہم آپ سے ملنے آئیں گے تو بیٹا لے کر آئیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ بیٹا عطا فرما چکا ہے؟''

(ضمیمہ خالد جولائی 1987ء صفحہ 10)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ اس ساری صورتحال میں جماعت احمدیہ کے لئے حمد اور اطمینان کا ایک پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد تک دنیا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر گندے حملے کیا کرتی تھی ایسے میں قادیان سے ایک پہلوان اٹھا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق میں دیوانہ تھا اس نے آنحضورؐ پر ہونے والے حملوں کا اس شدت سے دفاع کیا اور دشمنان اسلام پر ایسے سخت حملے کئے کہ دشمنوں کی توجہ آپؐ کی طرف سے ہٹ گئی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تیر جو ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر چلا کرتے تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سینے پر لے لئے اور اس وقت سے آج تک تمام دشمنان اسلام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور سب کی توجہ ہمارے آقا

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام کی طرف ہوگئی ہے۔ یہ شان ہے جماعت احمدیہ کی قربانی کی اور یہ عظمت ہے مسیح موعود کے دعاوی کی سچائی کی۔ پس ان حملوں میں بھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحمت اور درود کے گلدستے دیکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب صدیوں کی تاریکیاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر حملے رہی تھیں، وہ تیر جو ہمارے آقا و مولیٰ سید ولد آدم کی ذات اقدس کی طرف چلائے جاتے تھے، وہ گند جو آپؐ پر اچھالا جاتا تھا خدا کی قسم! خدا کی تقدیر ان چیزوں کو پھولوں اور رحمتوں اور درود اور صلوٰۃ میں تبدیل فرما دیا کرتی تھی۔ جتنی گالیاں خدا کے نام پر آپؐ کو دی گئیں اس سے لاکھوں کروڑوں گنا زیادہ رحمتیں آسمان سے آپؐ پر نازل ہوتی رہیں پس مبارک ہوتمہیں جو اس مجاہد اعظم کی غلامی کا دم بھرتے ہو جس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کئے جانے والے سارے حملوں کو اپنی چھاتی پر لے لیا اور اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کی کہ اس کے نتیجہ میں آپ کی ذات پر کیا گزرتی ہے۔''

(زھق الباطل۔ خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ 5 اپریل 1985 ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میرا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبین کا ایک معنی یہ ہے کہ ہر حسن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو گیا...... خدا کا حسن نبیوں کی صورت میں جو چمکا ہے ان سب کا مجمع ان سب کو اکٹھا کرنے والا ان سب کا خاتم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حسن ختم اس طرح کرلیا جس طرح ''سیاہی چوس'' سیاہی چوس جاتا ہے بلکہ اس طرح حسن ختم کیا ہے جس طرح سورج سب روشنی کا منبع بن جاتا ہے اور ہر چیز میں اس کی جھلک پیدا ہوتی ہے۔ جتنی زیادہ ہو اتنا وہ زیادہ چمکتا ہے۔ تو اصل میں کسی کی سیرت سے پیار اس رنگ میں کرنا چاہیے مسلمان کو کہ جہاں جہاں وہ رسول اکرم ﷺ کی تھوڑی تھوڑی جھلکیاں دیکھے اس وجہ سے پیار کرے کہ یہ میرے محبوب کی جھلکی ہے اور وہ پیار جو ہے وہ عبادت بن جائے گا۔ پھر اس پیار میں خدا کی رضا شامل ہو جائے گی۔ وہاں نہ ٹھہریں بلکہ پیچھے چلے جائیں، پیچھے جاکے اس کا جو سرچشمہ ہے اس پر نظر ڈالیں تو وہ سرچشمہ آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات نظر آئے گی اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ یہ وہ ایسی چیز ہے جس میں کوئی شاعر بھی دنیا کا مبالغہ نہیں کرسکتا۔ بالکل حقیقت ہے اور پھر اس سے پرے خدا کی ذات دکھائی دیتی ہے۔

یہ ہے خلاصہ خاتمیت کا جس پر ہمارا سارا ایمان سر سے پاؤں تک سارے وجود کا ایمان ہے اور اسی میں حقیقت ہے اور اس پر چونکہ آپ شاعر ہیں مجھے ایک غالب کا شعر یاد آ گیا اس مضمون سے ملتا جلتا وہ یہ ہے کہ

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

یعنی دنیا والے سمجھتے ہیں اس قبلے کی طرف رُخ ہے، ہم اسے قبلہ نما سمجھ رہے ہیں یعنی خدا کی طرف رخ کرنے والا تو اس لئے آخری بات یہی ہے کہ ہر حسن کا رخ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کے حسن کا سارا رخ اپنے خدا کی طرف ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ کر جب آپ کسی انسان کی بھی مدح کہیں گے تو اس میں ایک پاکیزگی پیدا ہو جائے گی اور اللہ کی رضا داخل ہو جائے گی۔''

(مجلس سوال و جواب 15 فروری 1987 ء)

عشق قرآن:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''آج اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عظمت کی خاطر قرآنی دلائل کی تلوار میرے ہاتھوں میں تھمائی ہے اور میں قرآن پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ جس طرف سے آئیں، جس بھیس میں آئیں ان کے مقدر میں شکست اور نامرادی لکھی جاچکی ہے !!! کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دوبارہ قرآن کریم کی عظمت کے گیت گانے کے جو دن آئے ہیں، آج یہ ذمہ داری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں میرے سپرد ہے۔''

(درس القرآن بیان فرمودہ 27 فروری 1994)

مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر تحریر فرماتے ہیں:

''دسمبر 1993ء میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماریشس کا دورہ فرمایا۔ یہ دورہ 18ایام پر مشتمل تھا۔ اس سفر کے آخری تین چار دن آرام اور سیر کیلئے مخصوص تھے۔ حضور انور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) اور ممبران قافلہ کیلئے جماعت ماریشس نے سمندر کے کنارے ایک علیحدہ جگہ پر Huts حاصل کئے ہوئے تھے۔ پروگرام کے مطابق شام سے قبل حضور انورؒ اس جگہ تشریف لے آئے۔ اگلے روز صبح نماز فجر کے لئے حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) اپنے Huts سے تشریف لارہے تھے۔ ہم ممبران بھی اپنے Huts سے نکل کر نماز کیلئے جارہے تھے کہ حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) کی نظر پڑی تو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا۔ عاجز حاضر خدمت ہوا تو فرمایا آج کیا پروگرام ہے؟ خاکسار نے عرض کی کہ آج ہم سب نے (یعنی ممبران قافلہ نے) شاپنگ کا پروگرام بنایا ہے۔ صبح شہر جا کر شام سے قبل واپس آجائیں گے۔ اس پر فرمایا: آج ہم قرآنِ کریم کے ترجمہ کا کام نہ کر لیں؟ خاکسار نے عرض کیا جی حضور ضرور۔ نمازِ فجر کے بعد حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) نے سب سے پوچھا کہ آج کیا پروگرام ہے تو سب نے کہا آج شاپنگ کا پروگرام ہے۔ حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) فرمانے لگے کہ ماجد صاحب سے پوچھ لیں، انہوں نے تو شاپنگ کیلئے نہیں جانا؟ انہوں نے تو آج ترجمہ کا کام کرنا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا جی حضور آج ترجمہ کا کام کرنا ہے۔

حضور انور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) نماز کے بعد واپس جانے سے قبل فرمانے لگے کہ میں سیر کرکے ناشتہ کے بعد آجاؤں گا پھر ترجمہ کا کام شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) تشریف لے گئے۔ صبح پونے آٹھ بجے کا وقت تھا کہ خاکسار باتھ روم سے نہا کر نکلا تو دیکھا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سامنے چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں سیر سے سیدھا ادھر آ گیا ہوں۔ ناشتہ ہم یہیں کریں گے اور ساتھ ساتھ کام بھی کرتے رہیں گے۔ خاکسار نے عرض کی کہ حضور! بس پانچ منٹ دے دیں تاکہ کنگھی وغیرہ کر لوں اور کپڑے بدل لوں۔ پانچ سات منٹ میں خاکسار تیار ہوگیا۔ میز کرسی وغیرہ سیٹ کی۔ حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچویں پارہ کے آخری ربع سے ترجمہ لکھوانا شروع کیا (اس سے قبل کا ترجمہ حضورؒ ماریشس کے سفر سے قبل مکمل فرما چکے تھے۔)

حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ لکھواتے رہے اور خاکسار لکھتا رہا۔ یہ سلسلہ دو بجے دوپہر تک جاری رہا۔ اس

طرح مسلسل چھ گھنٹے تک حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمہ لکھوایا یوں معلوم ہو تا تھا کہ ترجمہ نازل ہو رہا ہے۔ مسلسل روانی کے ساتھ بغیر کسی جگہ رکے حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ لکھوارہے تھے۔ میز کے ایک طرف ناشتے کا سارا سامان موجود تھا۔ حضورؒ نے فرمایا آپ نے کچھ نہیں کرنا، ناشتہ میں خود تیار کر کے دوں گا۔ ترجمہ کے دوران ہی ناشتہ کیا گیا۔ دو تین دفعہ چائے بھی پی۔ بریڈ (Bread) پر جام اور مکھن وغیرہ لگا کر بھی خود ہی دیا۔ چائے بھی خود ہی بنا کر دیتے رہے اور ساتھ ساتھ ترجمہ بھی لکھواتے رہے۔ خاکسار بھی کھانے پینے کے ساتھ ساتھ لکھتا رہا۔ غرض چھ گھنٹے مسلسل کام کے بعد جب دوپہر کے دو بج چکے تھے تو فرمایا اب وضو کر لیتے ہیں اور نماز کی تیاری کرتے ہیں۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ وضو کیلئے باتھ روم میں گئے۔ ادھر خاکسار کو پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ تولیہ نہیں تھا۔ ہم نے سب تولیے دُھلنے کیلئے بھجوائے ہوئے تھے، کوئی ٹشو پیپر بھی نہ تھا اتنے میں حضور انورؒ وضو کر کے باہر تشریف لائے اور پوچھا تولیہ ہے؟ خاکسار نے عرض کی کہ دُھلنے کیلئے بھجوائے ہوئے تھے اور کوئی ٹشو پیپر بھی نہیں ہے۔ اس پر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بستر کی چادر لے کر چہرہ اور ہاتھ صاف کیے اور فرمانے لگے آج چادر ہی سہی۔ اس دوران امیر صاحب ماریشس دوپہر کا کھانا لے کر پہنچ چکے تھے۔ فرمانے لگے پہلے کھانا کھا لیتے ہیں۔ نماز ظہر و عصر جمع کر کے عصر کے وقت میں پڑھ لیں گے۔ اس وقت باقی سب ممبران بھی واپس آ چکے ہوں گے۔ چنانچہ وہیں بیٹھ کر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔

4:30 بجے کے قریب حضورؒ نمازوں کی ادائیگی کیلئے تشریف لائے۔ نمازوں کے بعد کسی تفریحی مقام کیلئے روانگی تھی۔ خاکسار کو بلایا اور فرمایا قرآن کریم لے کر گاڑی میں آجاؤ۔ خاکسار حاضر ہو گیا۔ حضور انورؒ نے اپنے ساتھ پچھلی سیٹ پر بٹھالیا اور ترجمہ لکھوانا شروع کر دیا۔ یہ سفر قریباً ایک گھنٹہ جانے کا اور ایک گھنٹہ واپس آنے کا تھا۔ ان دو گھنٹوں میں حضورانور رحمہ اللہ تعالیٰ مسلسل ترجمہ لکھواتے رہے۔ راستہ کچا تھا اور سڑک بہت خراب تھی۔ گاڑی کو بہت جمپ لگتے تھے۔ میرے لئے لکھنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ ہاتھ کبھی دائیں، کبھی بائیں اور کبھی اوپر نیچے جاتا تھا۔ حضور انورؒ یہ صورتحال ملاحظہ فرما رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ بالآخر فرمانے لگے: کیا لکھا ہے مجھے پڑھ کر سناؤ۔ خاکسار نے جب من و عن پڑھ کر سنایا تو فرمایا ٹھیک ہے۔ بس اس کے بعد پھر حضور انورؒ رکے نہیں مسلسل لکھواتے رہے۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد واپس پہنچے تو 15 ,20 منٹ کے بعد شہر روز ہل (Rose Hill) کی طرف روانگی تھی۔ نماز مغرب و عشا مرکزی بیت الذکر میں ادا کرنے کے بعد صدر مجلس انصار اللہ کے گھر رات کا کھانا تھا۔ یہ سفر بھی پون گھنٹہ سے زائد کا تھا۔ اندھیرا بھی ہو چکا تھا۔ چلنے سے قبل فرمایا کہ قرآن کریم لے کر گاڑی میں آجاؤ۔ خاکسار حسب ارشاد حاضر ہو گیا۔ فرمایا: ساتھ بیٹھ جائیں۔ گاڑی کے اندر لائٹ جلا لی اور پھر مسلسل پون گھنٹہ تک ترجمہ لکھواتے رہے۔ آخر بیت الذکر پہنچے۔ نمازیں ادا کیں۔ نماز کے بعد بیت الذکر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا: آجاؤ، بیٹھ جاؤ۔ خاکسار نے عرض کی۔ حضورؒ جس گھر میں جانا ہے وہ صرف دو منٹ کے سفر پر ہے۔ فرمانے لگے اس وقت میں ہم ایک آیت ہی کر لیں گے اور اس وقت کا مصرف ہو جائے گا۔ خاکسار ساتھ بیٹھ گیا۔ ڈیڑھ دو منٹ کے بعد میزبان کے گھر پہنچ چکے تھے۔ اس دوران حضورؒ نے تین آیات کا ترجمہ لکھوایا اور فرمایا: دیکھ ایک آیت کی بجائے تین آیات ہو گئی ہیں۔

صبح سے مسلسل لکھائی کرنے کی وجہ سے خاکسار کی انگلیاں جواب دے رہی تھیں اور درد کر رہی تھیں۔ اب مجھے فکر تھی کہ ابھی پون گھنٹہ کی واپسی بھی ہے لیکن یہ سوچ کر اطمینان ہو گیا کہ چونکہ یہ خدا کا کام ہے اس لئے وہ خود ہی توفیق بھی دے گا۔ بہرحال جب حضور رحمہ اللہ کھانے سے فارغ ہو کر جانے کیلئے باہر تشریف لائے

تو خاکسار قرآن کریم کے ساتھ گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا: اب آرام کر لو۔ کل کام کریں گے۔ چنانچہ اگلے تین دن اسی طرح ترجمہ کا کام کرتے ہوئے گزرے۔ آخری دن جس دن ماریشس سے لندن واپسی کیلئے روانگی تھی، حضور انورؒ جب اپنی رہائش گاہ سے ائر پورٹ کیلئے روانہ ہوئے تو فرمایا ترجمہ کیلئے گاڑی میں آجاؤ۔ خاکسار حاضر ہو گیا۔ ائر پورٹ تک کا سفر قریباً ایک گھنٹہ کا تھا۔ اس دوران ترجمہ لکھواتے رہے۔ ائر پورٹ پر VIP لاؤنج میں پہنچے تو فرمایا: ہم دونوں ایک جگہ الگ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور ترجمہ کا کام جاری رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک کونے میں جگہ کا انتخاب کر کے حضور انورؒ وہاں تشریف فرما ہوئے اور ترجمہ لکھواتے رہے۔ یہاں بھی قریباً ایک گھنٹہ سے زائد ترجمہ کا کام کیا۔ جب جہاز کی روانگی میں 10 منٹ باقی رہ گئے تو متعلقہ آفیسرز نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ تشریف لے آئیں۔ جہاز میں داخل ہونے کے دوران آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ اگر کوئی سیٹ خالی ہوئی میں آپ کو بلالوں گا اس لئے تیار رہیں۔ یہ کہہ کر حضورؒ فرسٹ کلاس میں تشریف لے گئے۔ یہ فلائٹ جو ماریشس سے فرانس تک تھی 13,12 گھنٹے کی فلائٹ تھی اور مسلسل تین دنوں سے لکھائی کا کام کرنے کی وجہ سے انگلیاں بہت دکھ رہی تھیں۔ صرف یہی خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ حضورؒ لکھوائیں اور میں لکھ نہ سکوں۔ دوسری طرف خوش نصیبی، سعادت اور برکت تھی جو ہر فکر اور پریشانی اور تکلیف پر غالب تھی۔ چنانچہ جہاز کی روانگی سے قریباً ایک گھنٹہ کے بعد حضورؒ نیچے ہمارے حصہ میں جہاں ممبران قافلہ بیٹھے ہوئے تھے تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر بڑے پیار سے فرمایا کہ میرے ساتھ سیٹ خالی نہیں ہے۔ 13 گھنٹے کی مسلسل فلائیٹ اور تھکا دینے والے سفر کے بعد جہاز فرانس کے دارالحکومت پیرس کے انٹرنیشنل ائر پورٹ پر اُترا۔ یہاں سے لندن روانگی کیلئے ایک دوسرے ایئر پورٹ پر جا کر فلائٹ لینی تھی۔ یہ وقت قریباً فجر سے پہلے کا تھا اور دوسرے ائر پورٹ پر پہنچنے کیلئے 40 منٹ کا رستہ تھا۔ جب ایئر پورٹ سے باہر نکل کر گاڑیوں میں بیٹھنے لگے تو فرمایا: قرآن کریم لے کر آجائیں۔ خاکسار حاضر ہو گیا۔ گاڑی کی اندرونی لائٹیں جلالیں اور دوسرے ایئر پورٹ پہنچنے تک ترجمہ لکھواتے رہے۔ جب ائر پورٹ پر پہنچے تو یہاں سے لندن کیلئے جہاز کی روانگی میں ابھی ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا۔ یہاں جماعت فرانس نے حضور انورؒ اور ممبران قافلہ کیلئے ناشتہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ فرمانے لگے ان سب کو ناشتہ کرنے دو ہم ترجمہ کا کام کرتے ہیں۔ ناشتہ لندن جا کر کر لیں گے۔ چنانچہ ایک بینچ پر حضور انورؒ بیٹھ گئے اور ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل ترجمہ کا کام کیا۔ مسافر آگے پیچھے، دائیں بائیں سے گزرتے رہے لیکن ہر چیز سے بے خبر مسلسل ترجمہ لکھواتے رہے۔ اب جہاز کی روانگی کا وقت تھا۔ فرمایا: جہاز میں میرے ساتھ جگہ خالی ہوئی تو وہاں بیٹھ جانا۔ چونکہ یہ ایک گھنٹہ سے کم وقت کی فلائیٹ تھی جس کی وجہ سے جہاز بڑا نہیں تھا۔ یہاں اکانومی کے مسافروں کو بھی اپنی سیٹوں تک پہنچنے کیلئے کلب اپر کلاس کے حصہ سے گزر کر جانا پڑتا تھا۔ حضور انورؒ پہلے تشریف لے جا کر بیٹھ چکے تھے۔ جب بعد میں ہم ممبران قافلہ داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ دائیں بائیں کوئی سیٹ خالی نہیں تھی۔ چنانچہ حضورؒ کے پاس سے گزر کر جب پچھلے حصہ کی طرف جانے لگے تو آپ مسکرائے اور فرمایا۔ اب انشاء اللہ باقی کام لندن چل کر ۔ چنانچہ پھر لندن پہنچ کر یہ کام مسلسل چار سال تک جاری رہا۔“

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر صفحہ 87 تا 90 مارچ اپریل 2004)

احباب جماعت سے تعلق:

منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے خطبہ میں فرمایا:
’’یہ کوئی معمولی بوجھ نہیں۔ میرا سارا وجود اس کے تصور سے کانپ رہا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی رہے۔ اس وقت تک زندہ رکھے جس وقت تک میں اس کی رضا پر چلنے کا اہل ہوں اور توفیق عطا فرمائے کہ ایک لمحہ بھی اس کی رضا کے بغیر میں نہ سوچ سکوں، نہ کرسکوں۔ وہم و گمان بھی مجھے اس کا پیدا نہ ہو۔ سب کے حقوق کا خیال رکھوں اور انصارف کو قائم کروں جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انصاف کے قیام کے بغیر احسان کا قیام بھی ممکن نہیں اور احسان کے قیام کے بغیر وہ جنت کا معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا جسے اِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی کا نام دیا گیا ہے اس لئے سب دعائیں کریں۔ پیشتر اس کے کہ میں بیعت کا آغاز کروں میں چاہتا ہوں کہ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے درخواست کروں کہ رُفقا کی نمائندگی میں آگے تشریف لاکر پہلا ہاتھ وہ رکھیں۔ میری خواہش ہے، میرے دل کی تمنا ہے کہ وہ ہاتھ جس نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں کو چھوا ہے وہ پہلا ہاتھ ہو جو میرے ہاتھ پر آئے۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں۔ اس کے بعد بیعت کا آغاز ہوگا۔‘‘

(روزنامہ الفضل مؤرخہ 19 جون 1982ء)

مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب تحریر فرماتے ہیں:
’’جس روز حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ہسپتال سے گھر تشریف لائے اسی رات میں نے واپس پاکستان آنا تھا تو میں اجازت لینے کے لئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؒ نے فرمایا ذرا بیٹھو میں نماز ادا کرلوں تو میں نے کمرہ کے باہر بیٹھ کر انتظار کیا۔ حضورؒ نے دس پندرہ منٹ میں نماز پڑھی اس کے بعد جب میں حضورؒ کے کمرہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور رحمہ اللہ کا چہرہ سرخ تھا آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں وہ نمی تھی جس کو حضورؒ لوگوں سے چھپایا کرتے تھے اور حضورؒ کے چہرے پر جذبۂ تشکر غالب تھا۔ اس بات کا اندازہ شاید حضور کو خود تھا یا پھر دیکھنے والا بتا سکتا تھا اور میں اس بات کا اندازہ اس لئے بھی خاص طور پر کر سکتا تھا کہ ان بیماری کے دنوں میں کئی کئی گھنٹے حضورؒ کے پاس خادم کے طور پر بیٹھا رہا اور اس بات کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا۔ کیونکہ اس آپریشن کے وقت کی اور بعد کی تمام کیفیات میں حضورؒ پر خدا کے شکر کا جذبہ غالب تھا اور دوسرا اس جماعت کیلئے شکر کا احساس بھی تھا جو دن رات تڑپ تڑپ کر اپنے پیارے آقا کیلئے دعائیں کر رہی تھی اور صدقات دے رہی تھی۔
اس بات کا اتنا اثر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہوتا تھا کہ کئی مرتبہ کئی منٹ اور کئی کئی گھنٹے خاموش ہوتے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے کیونکہ آپ کی طبیعت میں یہ بات داخل تھی کہ جماعت کے لوگ ان کے لئے جو دعائیں کر رہے ہیں، جو صدقات دے رہے ہیں، تو اس کو وہ احسان سمجھتے تھے اور کسی معمولی سی بات پر بھی حضورؒ بہت جلد احسان مند ہو جایا کرتے تھے۔ ایک طرف تو جماعت کے کروڑوں لوگ جو حضورؒ کے لئے مسلسل دعائیں کر رہے تھے اور دوسری طرف یہ عالم تھا کہ ان چاہنے والوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں ان کے پیارے امام اپنے دل میں یہ احساس لئے پھرتے تھے کہ میرے چاہنے والوں کو میری وجہ سے کتنا دکھ پہنچ رہا ہے اور یہ احساس کہ دعا کرنے والا ایک نہیں، دو نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں ہیں تو حضورؒ اس کا اپنے دل پر اور دماغ پر بہت زیادہ بوجھ لیتے تھے اور مجھے یہ گھبراہٹ ہوتی تھی کہ میڈیکل سائنس کے حوالہ سے اگر سوچا جائے کہ ایک انسان اپنے دماغ اور دل پر اس بیماری کی حالت میں اتنا بوجھ ڈالے تو اگر خدا کا فضل نہ ہو اور وہ نہ بچائے تو انسان کا دماغ ، دل یا اعضا shatter ہو جائیں۔‘‘

(ماھنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر 2004ء صفحہ 344-343)

مکرم چودھری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ بیان کرتے ہیں کہ 28 اپریل1984ء کومسجد مبارک ربوہ میں ایک نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے احباب جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے آپ کو یہاں اس لئے نہیں بٹھایا کہ میں نے کوئی تقریر کرنی ہے۔ میں نے آپ کو دیکھنے کے لئے بٹھایا ہے۔ میری آنکھیں آپ کو دیکھنے سے ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔ میرے دل کوتسکین ملتی ہے۔ مجھے آپ سے پیار ہے،عشق ہے۔ خدا کی قسم کسی ماں کو بھی اس قدر پیار نہیں ہوسکتا۔''

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر 2004)

ایک موقع پر فرمایا:

''راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

پس یہ پہلو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی فکر کریں احتیاط سے چلیں خیر و عافیت سے پہنچیں اور مجھے کوئی دکھ دینے والی خبر نہ بعد میں آئے کیونکہ آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ آپ میں سے جو بھی تکلیف اٹھاتا ہے اس کی مجھے کتنی تکلیف پہنچتی ہے۔

یہی خلافت کا حقیقی مضمون ہے ایک خلیفہ کے دل میں ساری جماعت کے دل دھڑک رہے ہوتے ہیں اور ساری جماعت کی تکلیفیں اس کے دل کوتکلیف پہنچا رہی ہوتی ہیں اور اسی طرح سب جماعت کی خوشیاں بھی اس کے دل میں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔

پس اللہ کرے ہمیشہ آپ کی خوشیاں پہنچتی رہیں اور آپ کی تکلیف مجھے نصیب نہ ہو کیونکہ آپ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ اس آخری نصیحت کے بعد اب میں آپ کو اپنے ساتھ دعا میں شامل ہونے کی تحریک کرتا ہوں۔''

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 687)

ہمدردیٔ خلق:

''مکرم عبدالغنی جہانگیر صاحب نے بیت الفضل لندن کے ایک مستقل رہائشی کبوتر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میجر صاحب نے ایک روز مجھے ایک عجیب وغریب کیس سے نپٹنے کے لیے بلایا اور کہا کہ فوراً بیت الفضل کے ویٹنگ روم میں پہنچوں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ایک کبوتر میرا انتظار کر رہا تھا۔

میجر صاحب نے بتایا کہ اس کبوتر کولنگر خانے اور بیت الفضل کے کچن کے برتنوں میں چھلانگ لگا کر بچی کھچی چیزیں کھانے کی عادت ہے مگر اس مرتبہ اس نے بدقسمتی سے چھلانگ لگانے سے پہلے برتن میں دیکھا نہیں، جب کہ برتن صفائی کے لئے پانی اور تیل سے بھرا ہوا رکھا تھا۔ اس وجہ سے کبوتر بے چارا تیل سے لت پت ہوگیا اور چونکہ اپنے پر خشک نہ کرسکتا تھا اس لئے اُڑنے کے قابل نہ رہا اور اسی حالت میں گھسٹتے اور ٹھٹھرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے دروازے تک پہنچا اور وہاں کونے میں بیٹھ کر کانپنے لگا۔

مغرب کی نماز سے واپس آتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچانک دیکھا اور میجر صاحب سے فرمایا کہ ابھی اس کا کچھ بندوبست کریں۔ میجر صاحب نے یہ عرض کیا کہ میں (جہانگیر صاحب۔ ناقل) اس کی دیکھ بھال کروں اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی بتادیا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اس کی رپورٹ بھی

دیتی ہے کہ اس کا کیا حال ہے۔
میں نے کبوتر کو تین مرتبہ شیمپو کیا تا کہ اس کے پروں سے تیل صاف ہو جائے اور پھر اس کو اچھی طرح سے خشک کیا۔ اس کے بعد اس کو میں نے تین دن کے لئے اپنے دفتر میں رکھا اور کھلایا پلایا۔ تین دن بعد جب اسے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: ''کیا یہ وہی کبوتر ہے؟ آپ نے تو اسے مکمل طور پر بدل دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ آج رات اسے فرنچ ملاقات پروگرام میں لے کر آئیں اور اس پر ایک مختصر ڈاکومنٹری بنائیں کہ اس کو کیا ہوا تھا اور کس طرح اس کی دیکھ بھال کی گئی ہے۔''
چنانچہ اس رات فرنچ ملاقات پروگرام میں وہ خوش قسمت کبوتر 'star of the show' بن گیا۔ اس پروگرام میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو کبوتر کی ساری کہانی سنائی گئی اور بعد ازاں اس کی مختصر ڈاکومنٹری بنا کر MTA پر دکھائی گئی۔ اس کے بعد کبوتر کو آزاد کر دیا گیا مگر وہ نہیں جانتا کہ وہ کس قدر خوش قسمت ہے جو حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقت بھری توجہ کو مورد بنا۔''

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر صفحہ 148 مارچ ، اپریل 2004 ء)

مکرم احسان اللہ صاحب بیان کرتے ہیں:
''جب حضور رحمہ اللہ بیمار تھے ان ایام میں وہاں ایک لومڑی آتی تھی جو بڑی دبلی پتلی تھی۔ حضور رحمہ اللہ نے دیکھا تو فرمایا کہ اس لومڑی کا خیال رکھا کریں۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ کے پرشفقت ارشاد کی تعمیل میں ہم اسے سالن اور روٹی وغیرہ ڈالتے تھے لیکن وہ اسے کھاتی نہیں تھی۔ ایک دن میں نے اسے کچا گوشت ڈالا تو اس نے کھا لیا۔ اس کے بعد ہم روزانہ اسے کچا گوشت ہی ڈالا کرتے تھے جسے وہ بڑے شوق سے کھا لیتی تھی۔ شفقت کا یہ سلسلہ مستقل طور پر جاری ہو گیا تو اسے دیکھ دیکھ کر چھ سات لومڑیاں وہاں آنا شروع ہو گئیں اور انہیں باقاعدہ گوشت ڈالتے تھے اور حضورِ انور رحمہ اللہ باقاعدگی کے ساتھ پوچھتے کہ آج کتنی لومڑیاں آئیں تھیں اور انہیں کتنا گوشت ڈالا تھا۔ میری اِس لومڑیوں کو گوشت ڈالنے کی ترکیب پر حضورِ انور رحمہ اللہ نے پیار سے میرا نام ''لومڑی سپیشلٹ(Specialist)'' رکھ دیا۔ چنانچہ وہ لومڑی نہایت کمزور تھی ان لازوال شفقتوں سے وافر حصہ پا کر بڑی موٹی تازی ہوگئی۔''

(سیدنا طاہر نمبر صفحہ 317)

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا نام حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے ہاں 15 ستمبر 1950ء کو ربوہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے پوتے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے اور حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 22 / اپریل 2003 ء کو لندن میں جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ منتخب ہوئے۔ خدا تعالیٰ آپ کی عمر صحت اور کاموں میں برکت دے۔ آمین

احباب جماعت سے تعلق:

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اب افریقہ کے دورے میں گزشتہ سال کی طرح اس دفعہ بھی مختلف ملکوں میں جا کر میں نے احمدیوں کے اخلاص و وفا کے جو نظارے دیکھے ہیں ان کی ایک تفصیل ہے۔ بعض محسوس کئے جاسکتے ہیں، بیان نہیں کئے جاسکتے ۔ تنزانیہ کے ایک دور دراز علاقے میں جہاں سڑکیں اتنی خراب ہیں کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچنے میں چھ سات کلومیٹر کا سفر بعض دفعہ آٹھ دس دن میں طے ہوتا ہے۔ ہم اس علاقہ کے ایک نسبتاً بڑے قصبے میں جہاں چھوٹا سا ائر پورٹ ہے، چھوٹے جہاز کے ذریعہ سے گئے تھے تو وہاں لوگ اردگرد سے بھی ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان میں جوش قابل دید تھا۔ بہت جگہوں پر وہاں ایم ٹی اے کی سہولت بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ایم ٹی اے دیکھ کر اور تصویریں دیکھ کر یہ تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ یہ جوش بتا تا تھا کہ خلافت سے ان نیک عمل کرنے والوں کو ایک خاص پیار اور تعلق ہے۔ جن سے مصافحے ہوئے ان کے جذبات کو بیان کرنا بھی میرے لئے مشکل ہے۔ ایک مثال دیتا ہوں۔ مصافحے کے لئے لوگ لائن میں تھے ایک شخص نے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی جذبات سے مغلوب ہو کر رونا شروع کر دیا۔ کیا تعلق، یہ محبت کا اظہار، ملوک یا بادشاہوں کے ساتھ ہوتا ہے یا خدا کی طرف سے دلوں میں پیدا کیا جاتا ہے۔

ایک صاحب پرانے احمدی جو فالج کی وجہ سے بہت بیمار تھے، ضد کرکے 40-50 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور فالج سے ان کے ہاتھ مڑ گئے تھے، ان مڑے ہوئے ہاتھوں سے اس مضبوطی سے انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا کہ مجھے لگا کہ جس طرح شکنجے میں ہاتھ آ گیا ہے۔ کیا اتنا تردُّد کوئی دنیا داری کے لئے کرتا ہے۔ غرض کہ جذبات کی مختلف کیفیات تھیں۔ یہی حال کینیا کے دور دراز کے علاقوں کے احمدیوں میں تھا اور یہی جذبات یوگنڈا کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے احمدیوں کے تھے۔ جو رپورٹس شائع ہوں گی ان کو پڑھ لیں خود ہی پتہ چل جائے گا کہ خلافت کے لئے لوگوں میں کس قدر اخلاص ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی نیک عمل اور اخلاص جماعت احمدیہ میں ہمیشہ استحکام اور قیام خلافت کا باعث بنتا چلا جائے گا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 مئی 2005ء)

جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مضبوط ہے اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہے۔ افریقہ میں بھی میں دورہ پر گیا ہوں ایسے لوگ جنہوں نے کبھی دیکھا نہیں تھا اس طرح ٹوٹ کر انہوں نے محبت کا اظہار کیا ہے جس طرح برسوں کے بچھڑے ملے ہوتے ہیں یہ سب کیا ہے؟ جس طرح ان کے چہروں پر خوشی کا اظہار میں نے دیکھا ہے، یہ سب کیا ہے؟ جس طرح سفر کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرکے وہ لوگ آئے، یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا دنیا دکھاوے کے لیے یہ سب خلافت سے محبت ہے جوان دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ تو جس چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا کر رہا ہے وہ انسانی کوششوں سے کہاں نکل سکتی ہے۔ جتنا مرضی کوئی چاہے زور لگا لے۔ عورتوں، بچوں ، بوڑھوں کو باقاعدہ میں نے آنسوؤں سے روتے دیکھا ہے۔ تو یہ سب محبت ہی ہے جو خلافت کی ان کے دلوں میں قائم ہے۔ بچے اس طرح بعض دفعہ دائیں بائیں سے نکل کے سیکیورٹی کی توڑتے ہوئے آ کے چمٹ جاتے تھے۔ وہ محبت تو اللہ تعالیٰ نے بچوں کے دل میں پیدا کی ہے، کسی کے کہنے پہ تو نہیں آسکتے۔ اور پھر ان کے ماں باپ اور دوسرے اردگرد لوگ جو اکٹھے ہوتے تھے ان کی محبت بھی دیکھنے والی ہوتی تھی۔ پھر اس بچے کو اس لیے وہ پیار کرتے تھے کہ تم خلیفۂ وقت سے چمٹ کے اور اس سے پیار لے کر آئے ہو۔''

(الفضل انٹرنیشنل 4 تا 10 جون 2004ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کے اخلاص و وفا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انڈونیشینز (Indonesians) کا میں ذکر کر رہا تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اللہ تعالیٰ۔ اور ہر جگہ یہی نظارے دیکھنے میں آئے ہیں خطبہ کے بعد جس میں خطبہ کا ذکر کر رہا تھا سنگا پور کے، آپس میں ایک دوسرے کے گلے لگ کر روتے تھے یہ لوگ۔ اور اس بات پر قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت بدلے گا ۔ا ور وہ مزید تائیدات کے نظارے دیکھیں گے۔ انشاء اللہ۔ سنگا پور میں ملائشیا اور انڈونیشیا کے علاوہ جن کی بڑی تعداد وہاں آئی ہوئی تھی بعض دوسرے ملکوں کے بھی چند لوگ آئے تھے، فلپائن، کمبوڈیا، پاپوا نیوگنی، تھائی لینڈ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب اخلاص و وفا کے نمونے دکھانے والے تھے۔ بعض چند سال پہلے کے احمدی تھے، مرد بھی اور خواتین بھی لیکن خلافت سے تعلق اور وفا کے جو اظہار تھے وہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ وہاں آنے کا بھی کافی خرچ ان کو کرنا پڑا، کافی دور کے بھی علاقے ہیں، کرایہ خرچ کر کے آئے تھے، ٹکٹ وغیرہ کافی مہنگا ہے۔ ان کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کے ان الفاظ کی سچائی ثابت ہوتی ہے کہ وہ خدا کے گروہ ہیں جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 19 مئی 2006 ء بیت الفتوح لندن)